آزمائشی اشاعت

اسلامیات

(لازمی)

گیارھویں اور بارھویں جماعت کے لیے

نئے نصاب کے مطابق

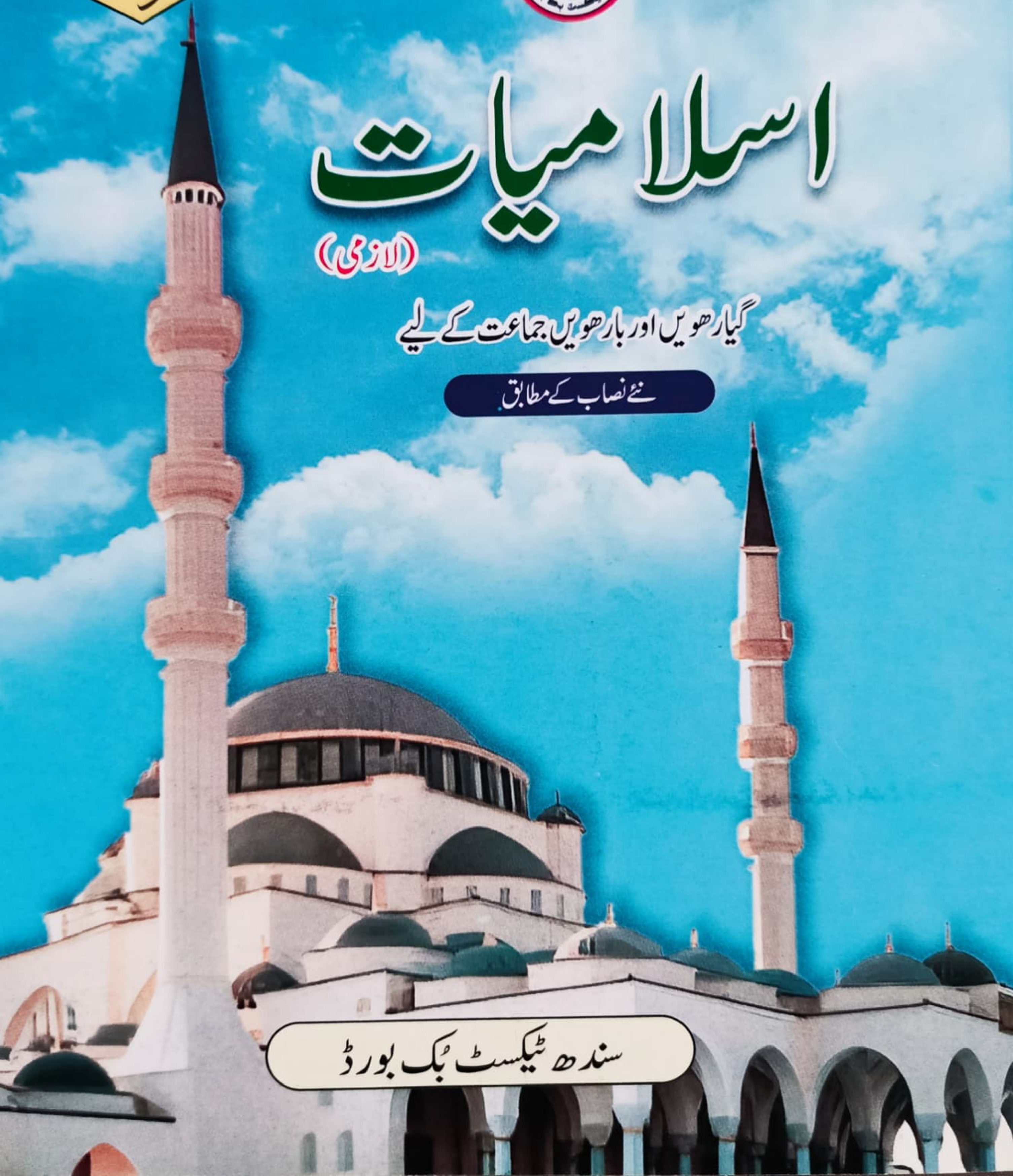

سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ

آزمائشی اشاعت

اسلامیات

(لازمی)

گیارھویں اور بارھویں جماعت کے لیے

سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ

ناشر

الصفو انٹرپرائزز، کراچی

جملہ حقوق بحق سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، جام شورو محفوظ ہیں

یہ کتاب سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، جام شورو نے تیار کروائی جسے صوبائی کمیٹی برائے جائزہ کتب ڈائریکٹوریٹ آف کریکیولم، اسسمنٹ اینڈ ریسرچ سندھ جام شورو، کی تصحیح کے بعد صوبائی محکمہ تعلیم و خواندگی، حکومتِ سندھ نے بمراسلہ نمبر:SELD/HCW/18/2018 بتاریخ:04-07-2023 صوبہ سندھ کے اسکولوں کے لیے بطور واحد اسلامیات کی درسی کتاب منظور کیا۔

نگرانِ اعلیٰ: آغا سہیل احمد (چیئرمین سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ)

نگران:
ڈاکٹر نصرت پروین سہتو
(ڈائریکٹر: اکیڈمکس ریسرچ اینڈ ٹریننگس)

عبدالباقی ادریس السندی
(سربراہ: شعبہ عربی، اسلامیات و مذہبی تعلیمات)

مصنفین:
☆ پروفیسر ڈاکٹر عزیز الرحمٰن سیفی
☆ ڈاکٹر مختیار احمد کاندھڑو
☆ مولانا حزب اللہ آئی سومرو
☆ مولانا نیاز احمد راجپر

مترجم: مولانا طارق علی عباسی

ایڈیٹنگ: محمد ناظم علی خان ماتلوی

صوبائی جائزہ کمیٹی

☆ پروفیسر ڈاکٹر ثناء اللہ بھٹو
☆ ڈاکٹر خلیل احمد کورائی
☆ مولانا عبدالحکیم پٹھان
☆ پروفیسر مس تحسین کوثر انصاری
☆ ڈاکٹر حافظ عبدالوہاب منگریو
☆ پروفیسر سید شہاب الدین شاہ
☆ حافظ محمد یوسف بھنبھرو
☆ پروفیسر علی مراد چانڈیو

طبع کنندہ: حمید پرنٹنگ پریس، کراچی

فہرست

باب اول:(الف) القرآن الکریم

قرآن مجید کا تعارف 1

وحی کا مفہوم اور اس کی صورتیں 6

جمع و تدوینِ قرآن 9

(ب) منتخب آیات ترجمہ و تشریح 13

باب دوم: الحدیث

(الف) حدیث کی حفاظت، تدوین اور حجیت 71

(ب) منتخب احادیث ترجمہ و تشریح 78

باب سوم: موضوعاتی مطالعہ (الف) ایمانیات

عقیدۂ توحید 91

عقیدۂ رسالت 95

فرشتوں پر ایمان لانا 100

عقیدۂ آخرت 103

الہامی کتابوں پر ایمان لانا 107

(ب) عبادات

نماز 111

زکوٰۃ 114

روزہ 118

حج 121

(ج) سیرتِ طیبہ سوانح

حضور کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم بحیثیت رحمۃ للعالمین	126
حضور کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم بحیثیت معلم اور مربی، منتظم، سپہ سالار اور منصف	132

(د) اخلاق و آداب

صبر اور استقامت	138
عفو اور درگزر کرنا	142
عدل اور انصاف	145
اسلامی اخوت	149
حقوق العباد	152
عورتوں کے حقوق	156
مسلمانوں کا باہمی اتحاد	160

باب چہارم: ہدایت کے سرچشمے و مشاہیر اسلام

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ	164
حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ	168
حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ	172
حضرت امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ	175
حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ	178

بسم الله الرحمٰن الرحيم

شروع اللہ کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

القرآن الکریم

1 قرآن مجید کا تعارف

حاصلات تعلم

(قرآن مجید اور سنت کی روشنی میں)

- قرآن مجید کی تعریف اور اصطلاحی مفہوم سمجھ کر بتا سکیں۔
- قرآن مجید کے منتخب نام اور معنی وضاحت سے سمجھ کر بتا سکیں۔
- قرآن مجید کی تعلیم اور اس کے اثرات سمجھ کر بیان کر سکیں۔
- قرآن مجید کے معجزوں کو جدید سائنس کی روشنی میں سمجھ کر بیان کر سکیں۔

قرآن کی وصف: لفظ قرآن 'قرأ' سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہیں پڑھنا اس لحاظ سے لفظ 'قرآن' کے لفظی معنی ہیں پڑھنا یا وہ کتاب جو بار بار پڑھی جائے۔

اصطلاح میں کلام پاک کے عربی الفاظ جو اپنے حقیقی مفہوم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ (حضرت محمد اللہ تعالیٰ کے رسول اور آخری نبی ہیں، آپ پر اور آپ کی آل اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر رحمت اور سلامتی ہو۔) پر نازل ہوئے اور ایک مصحف میں محفوظ کیے گئے، وہ 'قرآن' کہلاتے ہیں۔

قرآن مجید میں ساری انسانیت کی فلاح، بھلائی اور رہنمائی کے لیے مکمل ہدایت موجود ہے، جو انسانوں کے عقائد، عبادات، معاشرت، اخلاقیات، معاملات اور سیاست سے متعلق اصول اور احکام سکھاتا ہے، یہ قرآن پچھلی الہامی کتابوں کا خلاصہ وخاتمہ ہے اور یہی ہی قیامت تک انسانی ہدایت کا آخری دستور ہے۔

قرآن مجید کے منتخب نام اور ان کا مفہوم: قرآن مجید کا ذاتی نام 'القرآن' ہے۔ اس کے سوا اس کے جو صفاتی نام مشہور ہیں، ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

الکتاب (خاص کتاب): قرآن مجید اہم بنیادی باتوں پر مشتمل ہے۔ مثلاً: پچھلی قوموں کے واقعات، عبرت اور نصیحت بھرے قصے اور شرعی احکام وغیرہ۔

القرآن (بار بار پڑھی جانے والی): قرآن مجید کا ذاتی نام ہے جس کے معنی بار بار پڑھی جانے والی کتاب ہے۔

الفرقان (فرق کرنے والی): قرآن مجید حق اور باطل، مسلمان، کافر اور منافق کا فرق بیان کرتا ہے۔

الذکر (نصیحت): قرآن مجید نصیحت اور خیر خواہی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والی کتاب ہے۔

التنزیل (نازل کردہ): قرآن مجید حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے چوں کہ مرحلے وار نازل ہوا ہے۔

النور (روشنی): قران مجید گمراہی میں ڈوبے ہوئے اور ہدایت کو تلاش کرنے والے انسانوں کو روشنی دے کر سیدھی راہ دکھاتا ہے اور ساتھ ہی حق اور سچ پر روشنی ڈالتا ہے، اس لیے اسے 'نور' کہا جاتا ہے۔

الشفاء (تندرستی): قرآن مجید ساری جسمانی اور روحانی بیماریوں، مثلاً: کفر، نفاق، جہالت، حسد کے لیے شفا ہے۔

التذکرۃ (یاددہانی کرانے والی): قرآن مجید نیک اور برے لوگوں کے انجام کے قصے بتاتا ہے اور جنت کی نعمتیں اور جہنم کے عذاب یاد دلاتا ہے۔

العلم (علم دینے والی): قرآن مجید علم اور معرفت کا خزانہ ہے۔

البیان (وضاحت کرنے والی): قرآن مجید دنیوی اور اخروی تمام معاملات کے متعلق وضاحت کرتا ہے۔

قرآن مجید کی تعلیمات اور اس کے اثرات: قرآن مجید کی تعلیمات کو درج ذیل پانچ عنوانات میں تقسیم کیا گیا ہے: ۱۔ احکام ۲۔ اسلام مخالف گروہوں (یہود، نصاریٰ، صابی اور مشرکوں) کی طرف سے اسلامی عقائد اور احکام کے متعلق اعتراضات اور ان کے جوابات۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بیان۔ ۴۔ پچھلی قوموں کے رویوں اور ان کے انجام کا بیان۔ ۵۔ موت اور اس کے بعد کے حالات کا بیان۔

ان میں احکام والا عنوان بنیادی اور اہم موضوع ہے جو براہ راست انسانی رہن سہن سے تعلق رکھتا ہے۔ حلال حرام، جائز ناجائز فرض اور واجب یہ سب احکام میں شمار ہوتے ہیں۔ جو کہ انسانوں کے اعمال، عقائد، عبادات، معاملات، رہن سہن اور اخلاقیات وغیرہ پر شامل ہیں۔ قرآن مجید کی تعلیمات انہی موضوعات سے متعلق انسانوں کی رہنمائی کرتی ہیں:

قرآن مجید کی تعلیمات کا عملی اظہار اس کے نزول ہی کے وقت ظاہر ہوا جو تھوڑے ہی عرصے میں وہاں کا معاشرہ قرآنی تعلیم کی بدولت جہالت، ظلم، بدامنی بداعتقادی اور بے مروتی کی دلدل سے نجات پا کر سماجی انصاف، امن وسکون، سچائی، ایمانداری اور انسانیت کی منزل تک پہنچ گیا۔ بتوں کے آگے جھکنے والے لوگ اللہ وحدہ لاشریک لہ کے ماننے والے بن گئے اور انسانیت کے دشمن آپس میں دوست اور خیر خواہ بن گئے۔ سماج کو ستانے والے لوگ، ضرورت مندوں کو بُلا کر ان سے مہربانیاں کرنے لگے یہی نہیں بل کہ گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکے ہوئے لوگ قرآن مجید کی تعلیمات سے استفادہ کرکے دوسروں کے رہبر بن گئے۔

قرآن مجید انسانوں کی مکمل رہنمائی کرتا ہے۔ قرآن مجید کے مطابق زندگی گزارنے سے فرداور سماج پر درج ذیل طریقوں سے قرآنی تعلیمات اپنے اثرات مرتب کرتی ہیں:

- مضبوط عقیدہ رکھنا اور فرض کی ہوئی عبادتوں کی پابندی سے انسان میں وقت کی اہمیت، بندگی کا شعور، اللہ تعالی کے سامنے عاجزی اور انکساری، انسانی برابری، ایک دوسرے سے ہمدردی اور ایک دوسرے کا خیال رکھنے جیسی صفات پیدا ہوتی ہیں۔
- لین دین میں حلال اور حرام جائزاور ناجائز کا دھیان رکھنے سے معاملات میں سہولت، قلبی سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے، معاشرہ ہر قسم کے بد نظمی اور اور بد تہذیبی سے محفوظ رہتا ہے۔
- قرآن مجید کی دی ہوئی ہدایات کے مطابق قائم کیے ہوئے سماجی تعلقات مضبوط ،پائیدار اور بھائی چارے سے وابستہ ہوتے ہیں اور والدین ،رشتے داروں، پڑوسیوں ،دوستوں اور اہلِ خانہ سے پسندیدہ رویوں کے ذریعے ذہنی سکون اور مستقبل کے لیے درست فیصلے کرنے کا حوصلہ ملتا ہے۔
- قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق بری باتوں سے بچنا اور اچھائیوں کو اختیار کرنے سے انسان میں خود اعتمادی، انسانیت کا احترام اور خود کو باکردار بنانے کی کی توفیق ملتی ہے۔ اچھائی کو اچھا کہنے کے ساتھ ساتھ برائی کو برا سمجھنے سے سماج بہتری کی طرف بڑھتا ہے۔

قرآن مجید کے معجزے اور جدید سائنس: قرآن مجید اپنے اعجاز ،جامع اندازِ بیان اور حق کا پیغام کام ہونے کے اعتبار سے انسانوں کے لیے معجزہ ہے، قرآن مجید کی بہت سی آیات میں سائنسی حقائق نہایت جامع اور واضح انداز میں بیان ہوئے ہیں جنہیں جدید دور کی تحقیق، تلاش اور ٹیکنالوجی کی مدد سے معلوم کیا گیا ہے۔

مرج البحرین والا معجزہ: سمندری علم اور پانی پر تحقیق کرنے والے ماہرین نے معلوم کیا ہے کہ نمکین اور میٹھے پانی کا ایک دوسرے سے ملنے کے باوجود ایک دوسرے آپس میں ضم نہ ہونے کا سبب پانی کا سطحی تناؤ (Surface

(tension) ہے، جس کی وجہ سے دریا اور سمندر کا پانی ایک دوسرے سے نہیں ملتا۔ دونوں قسموں کے پانی اپنی اپنی کثافت کی وجہ سے جدا جدا بہتے ہیں، قرآن مجید اس بات کو یوں بیان کرتا ہے۔ ترجمہ: دو دریاؤں (کھارے اور میٹھے) کو رواں کیا جو آپس میں مل کر بہتے ہیں۔ ان دونوں کے بیچ میں ایک پردہ ہے وہ اپنی حد سے تجاوز نہیں کرتے۔ (سورۃ الرحمٰن آیت:۱۹۔۲۰)

کائنات پھیلتی رہتی ہے: بیسویں صدی کے شروع تک کائنات کے متعلق سائنس دانوں کا تصور تھا کہ کائنات ایک خاص بناوٹ رکھتی ہے اور ازل سے موجود ہے لیکن ۱۹۲۹ء میں مشاہدے سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ ستارے اور کہکشائیں (Milky waves) مسلسل ایک دوسرے سے دور ہو رہی ہیں۔ یہ بات کائنات کے مسلسل پھیلنے کی حقیقت کو ثابت کرتی ہے۔ جب کہ قرآن مجید نے کئی سو سال پہلے یہ بات اس انداز سے بیان کر دی ہے۔ ترجمہ: اور آسمان کو ہم نے (اپنی) قوت سے بنایا ہے اور بے شک ہم ہی (اس کو) وسعت دے رہے ہیں۔ (سورۃ الذاریات آیت:۴۷)

انگلیوں کے پوروں کے نشانات (فنگر پرنٹ): دنیا میں ہر انسان یہاں تک کہ جڑواں بچوں کی انگلیوں کے نشانات الگ الگ ہوتے ہیں یعنی لوگوں کی پہچان ان کی انگلیوں پر بنے کوڈ میں محفوظ ہے جب کہ قرآن مجید صدیوں پہلے اس کی وضاحت کر چکا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے۔ ترجمہ: کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی بکھری ہوئی ہڈیاں جمع نہیں کرسکتے؟ ضرور کریں گے (اور) ہم اس بات پر (بھی) قادر ہیں کہ اس کی (انگلیوں کے) پوروں کو درست کریں۔ (سورۃ القیامۃ آیت:۳۔۴)

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. قرآن مجید کی تعلیمات اور اس کے اثرات لکھیے۔
2. قرآن مجید کے معجزات کی جدید سائنس کی روشنی میں وضاحت کریں۔
3. قرآن مجید کے معجزات کے متعلق آپ مزید کیا جانتے ہیں؟

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. قرآن مجید کے لغوی اور اصطلاحی معنی کیا ہے؟
2. قرآن مجید کے کوئی بھی پانچ صفاتی نام اور ان کا مفہوم لکھیے۔

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. لفظ 'قرآن' کے معنی ہیں:

(الف) پڑھنا (ب) سننا

(ج) لکھنا (د) بولنا

2. 'الفرقان' کے معنی ہیں:

(الف) خاص کتاب (ب) فرق کرنے والی

(ج) وضاحت کرنے والی (د) نازل کردہ

ہدایات برائے اساتذہ کرام

سبق میں ذکر کیے ہوئے قرآنی معجزات کے علاوہ دوسرے معجزات کے متعلق طلبہ کو معلومات دیجیے۔

2 وحی کا مفہوم اور اس کی صورتیں

حاصلات تعلم

(قرآن مجید اور سنت کی روشنی میں)

- وحی کے لغوی اور اصطلاحی مفہوم سے واقف ہو کر بیان کر سکیں۔
- وحی کی اقسام (وحی جلی، وحی خفی) اور وحی کی ضرورت اور اہمیت سے واقف ہو کر بیان کر سکیں۔
- وحی کی صورتیں جان کر کے بیان کر سکیں۔

وحی کا مفہوم: وُحی عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لفظی معنی خاموشی یا پوشیدہ طور پر دل میں کوئی بات ڈالنا، اشارہ کرنا ہیں۔ شرعی اصطلاح میں وحی سے مراد وہ پیغام ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی کے لیے پیغمبران علیہم السلام تک پہنچایا۔

وحی کی اہمیت: وحی علم کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہے۔ وحی کے ذریعے حاصل کیا ہوا علم یقینی ہوتا ہے۔ سارے پیغمبران علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچے ہوئے اس پیغام کو اپنی اپنی امت تک پہنچایا اور نبوت کی ذمے داری نبھائی۔ آخری پیغمبر حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ پر نازل کردہ وحی قرآن مجید کی صورت میں ہمارے پاس آج بھی موجود ہے اور قیامت تک موجود رہے گی اور جیسا کہ حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ سب سے آخری نبی ہیں، اس لیے وحی اور نبوت کا دروازہ بھی بند ہو چکا ہے، اب اگر کوئی شخص اپنے اوپر وحی اترنے یا نبوت کا دعویٰ کرے گا تو وہ اپنے دعوے میں جھوٹا اور فریبی ہو گا۔

وحی نبوت کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت ہے۔ اس لیے قرآن کریم میں سیدنا رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کو حکم ہوا کہ وہ لوگوں کو اس خصوصیت سے آگاہ کریں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿3﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴿4﴾ (سورۃ النجم آیت: ۳-۴) ترجمہ: اور یہ (رسول) اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں بولتے۔ یہ قرآن تو ایک وحی ہے جو ان کی طرف بھیجی جاتی ہے۔

ہر نبی اللہ تعالیٰ کی بھیجی گئی وحی کے مطابق ہی لوگوں کو ہدایت اور رہنمائی کرتا ہے اور ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا منتظر ہوتا ہے۔ اور اس کا ہر عمل وحی کے عین مطابق ہی ہوتا ہے۔

وحی کی اقسام وحی کی دو اقسام ہیں ایک قرآن کریم: جسے وحی جلی یا وحی متلو کہتے ہیں اور دوسری حدیث و سنت: جسے وحی خفی یا وحی غیر متلو کہتے ہیں۔ وحی کی یہ دونوں قسمیں انسانی رہنمائی میں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ قرآن اور حدیث دونوں ہی شرعی احکام کے بنیادی ماخذ ہیں۔

وحی کی صورتیں قرآن کریم کے مطابق وحی کی تین صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ کوئی بات نبی کے دل تک پہنچائی جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ پردے یا اوٹ کے پیچھے سے نبی کو آواز آتی ہے اور اس تک پیغام پہنچتا ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کسی نبی یا رسول کی طرف وحی لاتے ہیں اور پیغام پہنچاتے ہیں۔

یہ تین صورتیں قرآن میں اس طرح بیان ہوئی ہیں: وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُكَلِّمَهُ اللهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ (سورۃ الشوریٰ آیت:۵۱) ترجمہ: اور کسی آدمی کے لیے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے بات کرے مگر وحی کے ذریعے یا پردے کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ بھیج دے تو وہ اللہ کے حکم سے جو اللہ چاہے القا کرے بیشک وہ بلند و برتر ہے حکمت والا ہے۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. وحی کی اہمیت بیان کیجیے۔
2. قرآن مجید کی روشنی میں وحی کی صورتیں لکھیے۔

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. وحی کی لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کیجیے۔
2. وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ (3) إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (4) کا ترجمہ لکھیے۔
3. وحی کی اقسام بیان کریں۔

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. وحی کی لغوی معنی ہیں:

(الف) سمجھ رکھنا (ب) جاننا

(ج) طریقہ اپنانا (د) اشارہ کرنا

2. قرآن مجید میں وحی کی صورتیں بیان کی گئی ہیں:

(الف) ۲ (ب) ۳

(ج) ۴ (د) ۵

3. وحی کی صورتوں کا ذکر ہے:

(الف) سورۃ القیامۃ میں (ب) سورۃ الرحمٰن میں

(ج) سورۃ النجم میں (د) سورۃ الشوریٰ میں

ہدایات برائے اساتذہ کرام

طلبہ کو وحی کی کیفیات کے متعلق سمجھائیے۔

حاصلات تعلم

(قرآن مجید اور سنت کی روشنی میں)

- حفاظت قرآن سے واقف ہو کر بیان کر سکیں۔
- قرآن مجید کی تدوین اور اس کے تین ادوار: عہد نبوی، عہد صدیقی اور عہد عثمانی کو سمجھ کر بیان کر سکیں۔

قرآن مجید کی حفاظت: قرآن مجید اس وحی کا تتمہ ہے، جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی طرف آتی رہی۔ قرآن مجید قیامت تک تمام بنی نوع انسان کے لیے آخری، مکمل اور لازوال ہدایت کی کتاب ہے، اس لیے اس کی بقا اور حفاظت کی اشد ضرورت تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ لیا اور فرمایا: اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ (سورۃ الحجر: آیت 9) ترجمہ: بیشک یہ کتاب نصیحت ہم نے اتاری ہے اور یقیناً ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔

قرآن کریم کے نزول کو صدیاں بیت چکی ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی حفاظت کی وجہ سے آج بھی ہمارے پاس وہی قرآن پاک موجود ہے جو سیدنا رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ پر نازل ہوا تھا۔ جس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔

تدوین قرآن مجید: کسی تحریر کے جمع کرنے، ترتیب دینے اور سنبھالنے کے عمل کو 'تدوین' کہتے ہیں۔ قرآن مجید کی تدوین کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کو وحی کے ذریعے نازل ہونے کے بعد کتابی شکل میں جمع کرنا۔

قرآن مجید آسمان سے، تحریری یا کتابی شکل میں نازل نہیں ہوا۔ بلکہ وحی کے مختلف طریقوں سے لفظی انداز میں نازل ہوا۔ جن کو حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے دو طریقوں سے محفوظ فرمایا۔ ایک حفظ کے ذریعے اور دوسرا تحریری شکل میں۔ قرآن مجید کی تدوین کے درج ذیل تین ادوار ہیں:

پہلا دور (عہد نبوی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ): اسلام کے ابتدائی دور میں عرب پڑھنے لکھنے کے عادی نہیں تھے۔ جب حضور کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو اس وقت بھی مکہ میں چند لوگ لکھنا جانتے تھے۔ ان میں خلفائے راشدین بھی شامل ہیں۔ پھر رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی

تعلیم وتربیت کی وجہ سے پڑھنے لکھنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ خاص طور پر اس زمانے میں کاغذ کی سہولت کم ہونے کی وجہ سے قرآن مجید کی کتابت چمڑے، جلد نما جھلی پڑدے، چکنے پتھر، کھجور کے پتوں، لکڑی کی تختیوں اور چوڑی ہڈیوں پر کی جاتی تھی۔

حضور کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ پر جو بھی وحی نازل ہوتی تھی آپ ایک کاتب کو بلا کر ہدایت فرماتے تھے کہ نازل شدہ آیات کو فلاں سورت کی فلاں آیت کے بعد شامل کیا جائے۔ اس طرح حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی نگرانی میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن مجید حفظ بھی کرتے جاتے تھے اور مختلف چیزوں پر وہ سورتیں اور آیات لکھتے جاتے تھے۔ اس طرح پورا قرآن مجید آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے مبارک دور میں لکھ کر مکمل ہوا۔

دوسرا دور (عہد صدیقی): سیدنا رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے وصال کے بعد جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت کی ذمے داری سنبھالی تو انھیں زکوٰۃ کے منکروں اور نبوت کے جھوٹے دعوے داروں کے خلاف کاروائیاں کرنی پڑیں۔ جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب سے زبردست مقابلہ ہوا۔ جس کے نتیجے میں سیکڑوں قرآن مجید کے حافظ اور قاری شہید ہو گئے۔ اس علمی نقصان کے پیش نظر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشترکہ مشورے سے مختلف تحریروں سے قرآن کو جمع کر کے ایک مصحف میں مرتب کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور اس عظیم اور بابرکت کام کے لیے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں چند صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک کمیٹی بنائی گئی جس میں کچھ مہاجرین اور کچھ انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قرآن مجید کا مواد لے کر اور جمع کرنے کا کام حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا گیا، جب کہ اسے لکھنے کی ذمہ داری حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو سونپی گئی۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قرآن کے حافظ، عالم اور کاتب وحی بھی تھے۔ پورا قرآن اسی طرح لکھا گیا اور مختلف ذرائع اور مختلف لوگوں سے مصحف کے طور پر مرتب کیا گیا، اس لحاظ سے قرآن مجید کو پہلی جامع کتابی صورت میں لانے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد قرآن کریم کا یہ نسخہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ رہا اور اس کے بعد ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود رہا۔

تیسرا دور (عہد عثمانی): علاقے اور جغرافیہ کے لحاظ سے ہر زبان کے مختلف لہجے ہوتے ہیں۔ عربی زبان میں بھی بہت سی بولیاں اور انداز بیان ہیں لیکن حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے دور میں سات لہجے مشہور تھے۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے لوگوں کی سہولت کے لیے ان میں سے کسی بھی لہجے میں قرآن مجید کی تلاوت کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ جیسے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد پاک ہے: ”اِنَّ الْقُرْآنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَؤُا

مِنۡهُ مَا تَيَسَّرَ "ترجمہ: قرآن مجید سات لہجوں میں نازل ہوا ہے، لہٰذا ان میں سے جو آسان لگے اسے پڑھیں۔ (مسند احمد: ۱۵۱/۱)۔ اس اصول پر پہلے دو خلفاء کے دور تک عمل ہوتا رہا لیکن حضرت عثمان غنی کے دور میں جب اسلامی حکومت دور دراز کے ممالک میں پھیل گئی تو لوگوں میں قرأت کے لہجوں میں اختلافات پیدا ہو گئے۔ ایک مرتبہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ آذربائیجان اور آرمینیا کے محاذ سے واپس آئے اور مدینہ شریف پہنچے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور فرمایا: "اے امیر المومنین! امت کو اللہ کی کتاب کے بارے میں یہود و نصاریٰ جیسے اختلاف سے بچائیں۔" اس پر آپ نے خطبہ دیا اور اس کام کی اہمیت سے لوگوں کو آگاہ کیا، پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں مرتب کردہ نسخے کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے یہاں سے منگوا کر، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبد اللہ بن زبیر، حضرت سعید بن العاص اور حضرت عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم کے حوالے کیا۔ انھیں قرآن مجید لکھنے کا حکم دیا اور جہاں لہجوں میں اختلاف ہو وہاں قریش کا لہجہ اختیار کرنے کی ہدایت دی، کیوں کہ قرآن مجید اسی لہجے میں نازل ہوا ہے۔ اس طرح 25 ہجری کی ابتدا میں مصحفِ عثمانی تالیف ہوا جس کے سات نسخے تیار کر کے مکہ مکرمہ، شام، یمن، بحرین، بصرہ اور کوفہ بھیجے گئے اور ایک نسخہ مدینہ منورہ کے لیے رکھا گیا۔ اللہ کے تحفظ کے وعدے کے مطابق آج بھی ہمارے پاس وہی قرآن مجید موجود ہے جو نزول کے وقت موجود تھا۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. قرآن مجید کی حفاظت کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟ لکھیے۔
2. عہد نبوی میں قرآن مجید کی تدوین کیسے ہوئی؟

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. عہد صدیقی میں قرآن مجید کو جمع کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟
2. حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کس وجہ سے قرآن مجید کو قریش کے لہجے میں تیار کر کے پھیلایا؟
3. حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کے نسخے کون کون سے علاقوں کی طرف بھیجے؟

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. قرآن مجید نازل ہوا:

(الف) وحی کی صورت میں　　(ب) کتاب کی صورت میں

(ج) تختی کی صورت میں　　(د) آواز کی صورت میں

2. وحی تحریر کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کہتے ہیں:

(الف) السابقون الاولون　　(ب) کاتبینِ وحی

(ج) انصار　　(د) مہاجر

3. حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں قرآن مجید کا پہلا نسخہ موجود تھا:

(الف) ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس　　(ب) ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس

(ج) ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس　　(د) ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس

4. حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں قرآن مجید کو جمع کرنے کی ذمے داری دی گئی:

(الف) حضرت علی رضی اللہ عنہ کو　　(ب) حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو

(ج) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو　　(د) حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو

5. مصحف عثمانی کی تعداد تھی:

(الف) ۶　　(ب) ۷

(ج) ۸　　(د) ۹

منتخب آیات (ترجمہ اور تشریح)

سورۃ البقرہ: آیات 1 تا 39 تک اور سورۃ الانفال مکمل

حاصلات تعلم

(قرآن مجید اور سنت کی روشنی میں)

- قرآن مجید کی منتخب آیات، سورۃ البقرہ کی آیت ۱ تا ۳۹ اور سورۃ الانفال مکمل کا ترجمہ یاد کر سکیں۔
- قرآن مجید کی منتخب آیات کا مطلب سمجھ سکیں۔
- قرآن مجید کی منتخب آیات میں بتائے گئے مسائل سمجھ کر اپنی عملی زندگی سنوار سکیں۔

سورۃ البقرہ کا تعارف: لفظ 'بقرۃ' کے معنی گائے یا بیل ہیں۔ اس سورہ میں بنی اسرائیل کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ جس میں ایک شخص کو قتل کیا گیا تھا اور قاتل کا سراغ نہیں مل سکا۔ جب وارثوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قاتل کا پتا لگانے کی درخواست کی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اور انھیں حکم دیا گیا کہ وہ اپنی قوم سے کہیں کہ: ایک گائے کو ذبح کرو اور اس کا گوشت مردہ شخص کو لگاؤ وہ زندہ ہو کر اپنا قاتل بتائے گا۔ اس سورت کو گائے کے قصے کی وجہ سے 'بقرہ' کا نام دیا گیا ہے۔ سورۃ البقرہ قرآن مجید کی سب سے بڑی سورت ہے۔ جو ہجرت کے بعد نازل ہوئی۔ اس میں 286 آیات اور 40 رکوع ہیں۔ اس سورہ میں مومنین کی تعریفیں اور کفار کی سازشیں بیان کی گئی ہیں اور منافقین کے مکر و فریب کو واضح کیا گیا ہے۔ نیز توحید، رسالت، آخرت، عبادات کے ساتھ ساتھ اخلاق کی اصلاح، معاملات کی بہتری اور بہت سے مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ اس سورت میں حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کے بعض واقعات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس سورت کی فضیلت میں سیدنا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، جس گھر میں سورۃ البقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے شیطان وہاں سے بھاگ جاتا ہے۔ (صحیح مسلم: حدیث نمبر 780)

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ

ترجمہ: اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

ترجمہ: شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

آیت نمبر 1-2: الٓمّٓ ۝١ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝٢

ترجمہ: الم(۱) یہ کتاب (یعنی قرآن مجید) اس میں کچھ شک نہیں کہ (اللہ کا کلام ہے) پرہیز گاروں کے لیے راہنما ہے۔(۲)

تشریح: ان آیات میں قرآن مجید، اللہ کی کتاب ہونے کی صداقت کو بیان کیا گیا ہے۔ "الم" کے حروف کو حروف **مُقَطَّعَات** کہا جاتا ہے اور ان کا مفہوم حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے بیان نہیں فرمایا۔

قرآن مجید کی دو خصوصیات بیان کی گئی ہیں: ایک یہ کہ یہ ہر قسم کے شکوک و شبہات سے پاک ہے، یعنی اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن اللہ کا سچا کلام ہے، کیوں کہ کوئی بھی اس جیسی کتاب یا اس کی کسی سورت جیسی کوئی سورت پیش نہیں کر سکتا۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ قرآن مجید پرہیز گاروں کے لیے ہدایت ہے۔ یعنی جو لوگ اپنے آپ کو دنیا میں نافرمانی سے بچاتے ہیں اور دائمی کامیابی چاہتے ہیں، قرآن انھیں ہدایات دیتا ہے۔

آیت نمبر 3-4-5: الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝٣ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَآ أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝٤ أُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝٥

ترجمہ: جو غیب پر ایمان لاتے اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔(۳) اور جو کتاب اے پیغمبر تم پر نازل ہوئی اور جو کتابیں تم سے پہلے پیغمبروں پر نازل ہوئیں سب پر ایمان لاتے اور آخرت کا یقین رکھتے ہیں۔(۴) یہی لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔(۵)

تشریح: ان آیات میں متقی لوگوں کی پانچ صفات اور ان پر عمل کرنے کی صورت میں کامیابی کی ضمانت دی گئی ہے۔ وہ پانچ صفات درج ذیل ہیں:

1. **ایمان بالغیب:** پرہیزگار اور نیک لوگ بغیر دلیل اور مشاہدہ کے سیدنا رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی ہر بات پر یقین رکھتے ہیں۔
2. **نماز قائم کرنا:** نماز پورے اہتمام سے مستقل طور پر ادا کرتے ہیں۔
3. **انفاق فی سبیل اللہ:** اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔
4. **آسمانی تعلیم پر ایمان:** قرآن مجید، پچھلے صحیفے اور الہامی کتابوں کو برحق اور اللہ تعالیٰ کا کلام مانتے ہیں۔
5. **آخرت پر ایمان:** وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ یہ دنیا عارضی اور فانی ہے۔ ایک دن قبر، تقدیر اور حساب کا سامنا کرنا ہے، پھر جنت یا جہنم کا فیصلہ ہوگا۔

جس شخص میں خوف خدا کے ساتھ یہ پانچ خوبیاں ہوں وہ ہدایت یافتہ اور کامیاب سمجھا جائے گا۔

آیت نمبر 6-7: إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۞ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۞

ترجمہ: جو لوگ کافر ہیں (انھیں تم نصیحت کرو یا نہ کرو) ان کے لیے برابر ہے۔ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ (۶) اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر لگا رکھی ہے۔ اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب تیار ہے۔ (۷)

تشریح: ان دونوں آیات میں کفار کے بارے میں کچھ باتیں اور ان کے برے انجام کو بیان کیا گیا ہے۔ کفر کا مطلب ہے انکار۔ شریعت کی ضروری باتوں کی نافرمانی یا توہین کو کفر کہتے ہیں۔ یہاں سیدنا رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے ایسے کافروں کے بارے میں آگاہ کیا ہے، جو اپنی سخت گیری، ہٹ دھرمی اور دین سے دشمنی میں مجنون ہو گئے تھے۔ انھیں بتایا گیا کہ ایسی کرتوتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کافروں کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اب وہ ہدایت کے نہیں بلکہ آخرت میں دردناک عذاب کے مستحق ہیں۔ آپ انھیں خیر خواہی کے ساتھ دین کی دعوت دیں یا نہ دیں، دونوں باتیں برابر ہیں۔ وہ سیدھے راستے پر نہیں آئیں گے۔

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. درج ذیل آیات میں سے کسی بھی ایک آیت کا ترجمہ و تشریح لکھیے۔

(الف) الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ

(ب) اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. سورۃ البقرہ کا مختصر تعارف بیان کریں۔
2. حروف مقطعات کیا ہیں؟
3. قرآن مجید کن لوگوں کے لیے ہدایت ہے؟

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. 'بقرہ' لفظ کے معنی ہیں:

(الف) بھینس (ب) بکری

(ج) بھیڑ (د) گائے

2. سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۲ کے مطابق قرآن مجید پرہیز گاروں کے لیے ہے:

(الف) رحمت (ب) برکت

(ج) شفاعت (د) ہدایت

3. ان لوگوں کے کانوں اور دلوں پر مہر اور آنکھوں پر پردہ ہے؟

(الف) گنہگار (ب) کافر

(ج) منافقین (د) مشرکین

ہدایات برائے اساتذہ کرام

تقویٰ کا مفہوم اور اہمیت سمجھائیے۔

آیت نمبر 8-9: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸﴾ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹﴾

ترجمہ: اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ وہ ایمان نہیں رکھتے۔(۸) یہ اپنے خیال میں اللہ کو اور مومنوں کو دھوکا دیتے ہیں مگر حقیقت میں اپنے سوا کسی کو دھوکا نہیں دیتے اور اس سے بے خبر ہیں۔(۹)

تشریح: ان آیات میں منافقین اور ان کے نفاق کو بیان کیا گیا ہے۔ دین کی بنیادی باتوں پر ایمان لانا 'ایمان' اور اس کا انکار 'کفر' کہلاتا ہے۔ قرآن مجید میں مومنوں اور کافروں کے بارے میں بہت تفصیل موجود ہے۔ دونوں گروہوں کے علاوہ ایک تیسرا گروہ بھی ہجرت کے بعد نمودار ہوا۔ وہ جو باہر سے ایمان کا دعویٰ کرتا تھا لیکن اندر سے کفر کی وجہ سے 'منافق' تھا۔ منافقت کفر سے بھی بڑا گناہ ہے۔ جس کا انجام جہنم کی آخری حد ہے۔

سورۃ بقرہ کی ان آیات میں کہا گیا کہ بعض قسم کے لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن حقیقت میں دونوں کو نہیں مانتے۔ وہ اپنی سوچ میں اللہ اور اہل ایمان کو دھوکا دے رہے ہیں لیکن حقیقت میں وہ انجام کو نہ سمجھنے کی وجہ سے کفر کو ایمان کا متبادل بنا کر اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں۔

آیت نمبر 10: فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿۱۰﴾

ترجمہ: ان کے دلوں میں کفر کا مرض تھا اللہ نے ان کا مرض اور زیادہ کر دیا اور ان کے جھوٹ بولنے کے سبب ان کو دکھ دینے والا عذاب ہو گا۔(۱۰)

تشریح: اس آیت میں نفاق اور جھوٹ، حسد اور اس کی سزا بیان کی گئی ہے۔ منافقوں کو نفاق کی بیماری ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے انکار اور کفر کی وجہ سے بڑھا دی ہے اور آخرت میں ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

آیت نمبر 11-12: وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲﴾

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ ڈالو تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔(۱۱) دیکھو یہ بلاشبہ مفسد ہیں لیکن خبر نہیں رکھتے۔ (۱۲)

تشریح: ان آیات میں منافقین کی منافقت اور ملک میں فساد اور بدامنی پھیلانے کی وضاحت کی گئی ہے۔ فتنہ پھیلانا، نفاق اختیار کر کے ایمان کا انکار کرنا بہت بڑا فتنہ ہے۔ اس کے علاوہ نئے نئے مسلمانوں کو گمراہ اور جھوٹی خبریں پھیلانے پر جب منافقین سے کہا گیا کہ زمین میں فساد نہ پھلاؤ۔ تو کہتے ہیں کہ ہمارا مقصد اصلاح اور بھائی چارہ قائم کرنا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ قریش، یہودی اور عرب ایک دوسرے کے ساتھ محبت سے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے وضاحت کی کہ یہ جھوٹے ہیں، درحقیقت یہ فسادی ہیں لیکن یہ نہیں جانتے۔

آیت نمبر 13-14: وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ كَمَاۤ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَ لٰكِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَ اِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚۖ وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَیٰطِیْنِهِمْ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جس طرح اور لوگ ایمان لے آئے تم بھی ایمان لے آؤ تو کہتے ہیں بھلا جس طرح بیوقوف ایمان لے آئے ہیں اسی طرح ہم بھی ایمان لے آئیں؟ سن لو کہ یہی بیوقوف ہیں لیکن نہیں جانتے۔(۱۳) اور یہ لوگ جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب اپنے شیطانوں میں جاتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمھارے ساتھ ہیں اور مسلمانوں سے تو ہم ہنسی کیا کرتے ہیں۔(۱۴)

تشریح: ان آیات میں منافقین کا نفاق یعنی مومنوں کو بے وقوف سمجھنا، سچ بولنے کو حماقت اور نفاق کو عقل مندی سمجھنا بیان کیا گیا ہے اور منافقوں کا نفاق، یعنی سچ بولنے والوں کو حقارت سے دیکھنا اور ان کا مذاق اڑانے کو بیان کیا گیا ہے۔ منافقین ، اکثر یہودیوں میں سے تھے اور وہ سیدنا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو نہیں مانتے تھے کیوں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ بنی اسرائیل سے نہیں تھے، حالانکہ ان کو یقین تھا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سچے ہیں اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ پچھلی کتابوں میں بشارت دیے ہوئے آخری نبی ہیں۔ جب ان سے کہا گیا کہ لوگ ایمان لا کر دونوں جہانوں کی کامیابی حاصل کر رہے ہیں۔ تم بھی حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اور قرآنِ مجید پر ایمان لاؤ اور اسلام قبول کرو، تو کہنے لگے کہ یہ سب ماننے والے جاہل اور نا سمجھ ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے بارے میں فرمایا کہ ایمان لانے والے جاہل نہیں بلکہ منافق خود بے وقوف اور جاہل ہیں لیکن وہ نہیں جانتے۔

منافقت کی شکل: منافق دو روپ دالے اور دھو کے باز تھے، جب وہ مسلمانوں سے ملتے تھے تو ان سے کہتے تھے کہ ہم ایمان لا چکے ہیں اور دین میں تمھارے بھائی ہیں، اور جب وہ اپنے شیطانی دوستوں، مشرکوں اور کافروں سے ملتے تھے تو انھیں یقین دلاتے تھے ہم تمھارے ہیں، ہم صرف مذاق اور طعنے کے لیے مسلمانوں کے پاس جاتے ہیں۔
مسلمانوں بدلہ

آیت نمبر 15-16: اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۶﴾

ترجمہ: ان منافقوں سے اللہ ہنسی کرتا ہے اور انھیں مہلت دیئے جاتا ہے کہ شرارت و سرکشی میں پڑے بہک رہے ہیں۔ (۱۵) یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت چھوڑ کر گمراہی خریدی تو نہ تو ان کی تجارت ہی نے کچھ نفع دیا اور نہ یہ ہدایت یاب ہی ہوئے۔ (۱۶)

تشریح: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی نفاق کی وضاحت فرمائی ہے اور منافقوں کی ہدایت کے بدلے گمراہی کو اختیار کرنے اور اس کے انجام کو بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے بارے میں واضح فرمایا کہ دنیا میں ایسے منافقین کو مہلت ہے، وہ چاہے طعنے دیں اور تمسخر اڑائیں اور خود کو مومن کہہ کر اپنی جان، مال اور عزت کو محفوظ کرلیں، لیکن آخرت میں انھیں، اس مذاق کا بدلہ جہنم کی صورت میں ملے گا۔

آیت نمبر 17-18: مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷﴾ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمہ: ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے شب تاریک میں آگ جلائی۔ جب آگ نے اس کے اردگرد کی چیزیں روشن کیں تو اللہ نے ان لوگوں کی روشنی زائل کر دی اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ کچھ نہیں دیکھتے۔ (۱۷) یہ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں کہ کسی طرح سیدھے رستے کی طرف لوٹ ہی نہیں سکتے۔ (۱۸)

تشریح: ان آیات میں منافقین کی حالت کے بارے میں ایک مثال بیان کی گئی ہے۔ منافقین میں سے کچھ اپنے نفاق اور بداعتقادی میں پختہ تھے اور اسلام دشمنی میں سخت تھے اور ان میں سے کچھ اسلام دشمنی میں مبتلا تھے اور کچھ شک و شبہ میں مبتلا تھے۔ مذکورہ آیات میں ان دو اقسام کے بارے میں دو مثالیں دی گئی ہیں: پہلی قسم کے منافقوں کی حالت یہ ہے کہ وہ شخص جو اندھیری رات میں آگ جلاتا ہے جس سے آس پاس پڑی چیزیں نظر آنے لگتی ہیں اور وہ اپنی ضرورت کی کوئی چیز لینے ہی والا ہوتا ہے کہ عین اس وقت آگ بجھ جاتی ہے بالکل اندھیرا ہو جاتا ہے۔ ان منافقوں کے ایمان کے دعوے آخرت میں اس

روشنی کی طرح ہوں گے جو ان کو کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ وہ ہدایت کو سننے سے بہرے، بولنے سے گونگے اور بینائی سے اندھے ہیں، لہٰذا وہ ہدایت کی طرف نہیں لوٹیں گے بلکہ پہلے سے زیادہ کفر میں پڑ جائیں گے۔

آیت نمبر 19-20: اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّ رَعْدٌ وَّ بَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾

ترجمہ: یا ان کی مثال ان کی طرح ہے کہ جو آسمان سے بارش برس رہی ہو اور اس میں اندھیرے پر اندھیرا چھارہا ہو اور بادل گرج رہا ہو اور بجلی کوند رہی ہو تو یہ کڑک سے ڈر کر موت کے خوف سے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور اللہ کافروں کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ (۱۹) قریب ہے کہ بجلی کی چمک ان کی آنکھوں کی بصارت کو اچانک لے جائے جب بجلی چمکتی اور ان پر روشنی ڈالتی ہے تو اس میں چل پڑتے ہیں اور جب اندھیرا ہو جاتا ہے تو کھڑے کے کھڑے رہ جاتے ہیں اور اگر اللہ چاہتا تو ان کے کانوں کی شنوائی اور آنکھوں کی بینائی دونوں کو زائل کر دیتا۔ بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (۲۰)

تشریح: ان آیات میں منافقین کی حالت کے بارے میں ایک اور مثال بیان کی گئی ہے۔ دوسری قسم کے متردد منافقین جو ایمان کی باتیں سن کر یقین کر لیتے ہیں لیکن جب کفر میں پڑ جاتے ہیں تو اسے سچ سمجھتے ہیں، یہ ان لوگوں کی مانند ہیں جو اندھیری رات اور طوفانی بارش میں پھنسے ہوئے ہوں، بارش کے ساتھ ساتھ بجلی کی چمک اور گرج ہو، بجلی کی چمک سے اندھے اور گرج سے بہرے ہونے کا خوف ہو اور کانوں میں انگلیاں ڈال کر اپنے آپ کو موت سے بچائیں۔ جب بجلی کی روشنی ہوتی ہے تو کچھ حرکت کرتے ہیں اور پھر ساکت رہتے ہیں، ان کی مثال ایسی ہے کہ جب اسلام کے قریب ہوتے ہیں تو روشنی حاصل کرتے ہیں اور جب منافقت کی طرف لوٹتے ہیں تو اندھیرے میں رہتے ہیں۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. درج ذیل آیات میں سے کسی بھی ایک آیت کا ترجمہ و تشریح لکھیے۔

(الف) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ

(ب) فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌۢ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. نفاق کیا ہے؟
2. منافقین، مومنوں کا مذاق کیوں اڑاتے تھے؟
3. سورۃ البقرۃ کی آیات ۱۸ سے ۲۰ تک، منافقین کے لیے دی گئی مثالوں میں سے کوئی بھی ایک مثال بیان کیجیے۔

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. ظاہر سے ایک اور باطن سے دوسری صورت رکھنے کو کہتے ہیں:

(الف) گناہ (ب) شرک

(ج) کفر (د) نفاق

2. منافقین نے ہدایت کے بدلے خریدا:

(الف) مال اور دولت (ب) عہدہ اور رتبہ

(ج) گمراہی (د) ہدایت

3. سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۸ کے مطابق یہ لوگ اندھے، بہرے اور گونگے کہے گئے ہیں:

(الف) فاسق (ب) منافق

(ج) مشرک (د) صابی

4. منافقین دھوکا دینا چاہتے ہیں:

(الف) اللہ تعالیٰ کو (ب) رَسول کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کو

(ج) مومنین کو (د) مشرکین کو

آیت نمبر 21-22: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (۲۱) الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۖ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۲۲)

ترجمہ: لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم اس کے عذاب سے بچو۔ (۲۱) جس نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی برسا کر تمھارے کھانے کے لیے انواع و اقسام کے میوے پیدا کیے۔ پس جان کر تم کسی کو اللہ کا ہمسر نہ بناؤ۔ (۲۲)

تشریح: ان آیات میں اللہ کی وحدانیت کی تعلیم، اللہ کے رب اور خالق ہونے کے دلائل اور عبادت کے ثمرات بیان کیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض نعمتوں کو یاد دلا کر اس بات کا حکم دیا: اے لوگو! وہ رب جس نے تمھیں اور تمھارے آباد اجداد کو پیدا کیا، جس نے زمین کو تمھارے رہنے کے لیے موزوں بنایا اور آسمان کو تمھارے اوپر چھت بنایا، جس نے آسمان سے بارش برسائی اور تمھارے رزق کے لیے اناج اور پھل مہیا کیے، اس کو اکیلا اور واحد تسلیم کر کے اس کی بندگی کرو۔ اتنی نعمتیں اور علم حاصل کرنے کے بعد دوسروں کو اس کے ساتھ شریک نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کو مان کر توحید پرست اور عبادت گزار بنو تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو اور تقویٰ والے ہی کامیاب لوگ ہیں۔

آیت نمبر 23-24: وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۲۳) فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ (۲۴)

ترجمہ: اور اگر تم کو اس کتاب میں جو ہم نے اپنے بندے پر نازل فرمائی ہے کچھ شک ہو تو اسی طرح کی ایک سورت تم بھی بنا لاؤ اور اللہ کے سوا جو تمھارے مددگار ہوں ان کو بھی بلا لو اگر تم سچے ہو۔ (۲۳) پھر اگر ایسا نہ کر سکو اور ہرگز نہیں کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے اور جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ (۲۴)

تشریح: ان آیات میں قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت ورسالت کے دعوے کو بیان کیا گیا ہے۔ منافقوں اور کافروں سے خطاب کیا ہے کہ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ سیدنا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اللہ کے رسول اور نبی نہیں ہیں اور قرآن مجید آپ کی بنائی ہوئی کتاب ہے جسے اللہ کی طرف سے نازل نہیں کیا گیا ہے تو پھر تم اس جیسی ایک سورت ہی بنا کر دکھاؤ چاہے دوسرے مددگار جمع کر لو، جس میں قرآن مجید کی طرح فصاحت، بلاغت اور حکمت ہو۔ پس اگر تم اس دعوے کو نہیں مانتے اور یقیناً تم یہ کام نہیں کر سکو گے۔ تو پھر اس کتاب پر یقین کرو اور جہنم سے ڈرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے اور یہ آگ ایسے ہی کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

آیت نمبر 25: وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِیْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙۗ وَّهُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لیے نعمت کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں جب انھیں ان میں سے کسی قسم کا میوہ کھانے کو دیا جائے گا تو کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ہم کو پہلے دیا گیا تھا۔ اور ان کو ایک دوسرے کے ہم شکل میوے دیئے جائیں گے اور وہاں ان کے لیے پاک بیویاں ہوں گی اور وہ بہشتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ (۲۵)

تشریح: اس آیت میں مومنین کے اعمال صالحہ کے اجر و ثواب کو بیان کیا گیا ہے۔ اور کفار کو عذاب کی دھمکی دینے کے بعد حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا کہ کفار کے مقابلے میں وہ لوگ جنھوں نے قرآن مجید کو سچا مانا اور اس کے مطابق نیک عمل کیے۔ انھیں خوشخبری سنائیں کہ ایسے لوگوں کے لیے باغات تیار کیے گئے ہیں جن میں نہریں بہتی ہوں گی، ان کو لاتعداد کھانے اور پھل دیے جائیں گے اور جب بھی وہ ان پھلوں کی ایک جیسی شکل و صورت دیکھیں گے تو کہیں گے کہ یہ تو پہلے بھی ملے تھے لیکن سواد اور ذائقے میں وہ مختلف ہیں۔ اس کے علاوہ ایسے لوگوں کو پاکیزہ بیویاں بھی ملیں گی اور وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔

آیت نمبر 26: اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَیَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا ۙ وَّیَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا ؕ وَمَا یُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۶﴾

ترجمہ: اللہ اس بات سے عار نہیں کرتا کہ مچھر یا اس سے بھی کمزور کسی چیز کی مثال فرمائے۔ اب جو مومن ہیں وہ یقین کرتے ہیں کہ وہ ان کے پروردگار کی طرف سے سچ ہے اور جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس مثال سے اللہ کی مراد ہی کیا ہے اس سے اللہ بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت بخشتا ہے اور گمراہ بھی کرتا ہے تو نافرمانوں ہی کو۔ (۲۶)

تشریح: اس آیت میں کافروں کے اعتراضات اور ان کے جوابات کو بیان کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں مختلف چیزوں کے نام اور مثالیں دی گئی ہیں مثلاً: مکڑی، مکھی اور مچھر وغیرہ۔ مشرکین اور کفار کی طرف سے اعتراض کیا گیا کہ یہ کیا کتاب ہے جس میں انتہائی معمولی اور حقیر چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کی مثالیں دی گئی ہیں۔ اللہ کے کلام میں ایسی مثالیں نہیں ہو سکتیں، اس لیے اس آیت میں واضح کیا گیا کہ اللہ کے لیے مچھر یا اس قسم کی کسی دوسری چیز کی مثال دینے میں کوئی حرج یا عیب نہیں ہے۔ بلکہ ان مثالوں کے پیش کرنے کا مقصد مومنوں اور کافروں کو سامنے لانا اور بات سمجھانا ہے۔ مومن کی ذمے داری ہے کہ وہ حق کو مانے۔ اس بنا پر اہل ایمان کا عقیدہ ہے کہ قرآن میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے اور اسے سچا مانتے ہیں جب کہ کافر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا کیا مطلب ہے؟ اس طرح اللہ تعالیٰ بعض کو ایمان لانے کی ہدایت دیتا ہے اور بعض کو کفر پر قائم رہنے کی چھوٹ دیتا ہے اور جو لوگ اس کی نافرمانی کرتے ہیں وہی گمراہ ہیں۔

آیت نمبر 27: الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٢٧﴾

ترجمہ: جو اللہ کے اقرار کو مضبوط کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جس چیز یعنی رشتہ قرابت کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اس کو قطع کیے ڈالتے ہیں اور زمین میں خرابی کرتے ہیں یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ (۲۷)

تشریح: اس آیت میں کفار کے اعمال اور ان کا انجام بیان کیا گیا ہے۔ یہ بھی کفار کا عمل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا عہد توڑ دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو جوڑنے کی ہدایت ہے اسے وہ توڑتے ہیں اور کفر اور فساد کے ساتھ زمین بدامنی پھیلاتے ہیں۔ ایسے لوگ خسارے میں ہیں۔

آیت نمبر 28-29: كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٢٨﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۤ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَاۗءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۭ وَھُوَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٢٩﴾

ترجمہ: (کافرو!) تم اللہ سے کیوں کر منکر ہو سکتے ہو جس حال میں کہ تم بے جان تھے تو اس نے تم کو جان بخشی پھر وہی تم کو مارتا ہے پھر وہی تم کو زندہ کرے گا پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (۲۸) وہی تو ہے جس نے سب

چیزیں جو زمین میں ہیں تمھارے لیے پیدا کیں پھر آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا۔ تو ان کو ٹھیک سات آسمان بنا دیا اور وہ ہر چیز سے خبر دار ہے۔(۲۹)

تشریح: ان دو آیات میں وجود باری تعالیٰ کے دلائل بیان کیے گئے ہیں۔ کافروں کو حیران کن انداز میں مخاطب کیا گیا ہے کہ تمھیں اللہ کی وحدانیت کا قائل ہو جانا چاہیے، تم اس رب کی بندگی سے کیسے انکار کر سکتے ہو جس نے تم کو بے عدم سے وجود بخشا پیدا کیا، پھر وہ تمھیں موت دے گا، پھر دوبارہ زندہ کرے گا اور آخر تم کو اس کے سامنے حساب کتاب کے لیے پیش کیا جائے گا۔ اس اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے سے انکاری ہو جس نے تمھارے لیے زمین کی تمام نعمتیں پیدا کیں اور ساتوں آسمان بنائے، جو سب کچھ جانتا ہے۔ تو اس کفر کے انجام سے بچو۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. درج ذیل آیات میں سے کسی بھی ایک آیت کا ترجمہ و تشریح لکھیے۔

(الف) يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

(ب) وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. اللہ تعالیٰ نے مچھر کی مثال کے متعلق کیا فرمایا ہے؟
2. جنت میں مومنین، میوہ جات کے بارے میں کیا کہیں گے؟
3. سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۸ میں انسان کی دو اموات اور دو زندگیوں سے کیا مراد ہے؟

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. جہنم کا ایندھن ہوں گے:

(الف) کوئلہ　　(ب) لکڑی

(ج) پتھر اور انسان　　(د) لوہا

2. جنت میں رہنے کی مدت ہے:

(الف) عارضی (ب) ہمیشہ

(ج) پچاس سال (د) سو سال

3. قرآن مجید کی سورت جیسی سورت پیش کرنے کا چیلنج دیا گیا:

(الف) اہل مکہ کو (ب) یہودیوں کو

(ج) عیسائیوں کو (د) کافروں کو

4. سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۷ میں نقصان والا کہا گیا ہے:

(الف) خیانت کرنے والوں کو (ب) جھوٹ بولنے والوں کو

(ج) وعدہ توڑنے والوں کو (د) ظلم کرنے والوں کو

آیت نمبر 30: وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْۤا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمہ: اور وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں انہوں نے کہا کیا تو اس میں ایسے شخص کو نائب بنانا چاہتا ہے جو خرابیاں کرے اور کشت وخون کرتا پھرے اور ہم تیری تعریف کے ساتھ تسبیح وتقدیس کرتے رہتے ہیں اللہ نے فرمایا میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ (۳۰)

تشریح: اس آیت میں بنی نوع انسان کی ابتدائی پیدائش، انسان کی بزرگی اور اس کی عظمت اور زمینی خلافت کو بیان کیا گیا ہے۔ پچھلے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید اور عبادت کی طرف راغب کرنے کے لیے زمین، آسمان اور انسان کی پیدائش جیسی نعمتوں کا ذکر کیا۔ ان میں انسانی پیدائش کے ابتدائی دور میں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کی پیدائش، علم کی وجہ سے فرشتوں پر ان کی فضیلت اور اس رکوع میں حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر خلیفہ بنانے کا ذکر کیا گیا ہے۔

اس آیت میں حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے مخاطب ہو کر فرمایا گیا کہ وہ وقت بھی یاد رکھنے کے لائق ہے جب تمہارے رب نے فرشتوں کو خبر دی تھی کہ میں زمین پر اپنا نائب بنانا چاہتا ہوں۔ پھر فرشتوں نے پوچھا کہ تو ایسی مخلوق پیدا کرنا چاہتا ہے جو زمین میں انتشار پیدا کرے گی اور خون خرابہ کرے گی۔ ہم تیری تسبیح اور پاکیزگی بیان کرنے پر مامور ہیں، اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ اس مخلوق کو پیدا کرنے میں میرا مقصد کیا ہے؟ تمہیں اس کا کوئی علم نہیں۔ میں اپنی حکمت جانتا ہوں۔

آیت نمبر 31-32-33: وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓىِٕكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۳۲﴾ قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآىِٕهِمْ ۚ فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآىِٕهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۙ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمہ: اور اس نے آدم کو سب چیزوں کے نام سکھائے پھر ان کو فرشتوں کے سامنے کیا اور فرمایا کہ اگر سچے ہو تو مجھے ان کے نام بتاؤ۔ (۳۱) انہوں نے کہا تو پاک ہے جتنا علم تو نے ہمیں بخشا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ معلوم نہیں

بیشک تو دانا ہے حکمت والا ہے۔(۳۲) تب اللہ نے آدم کو حکم دیا کہ آدم! تم ان کو ان چیزوں کے نام بتاؤ سو جب انہوں نے ان کو ان کے نام بتائے تو فرشتوں سے فرمایا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی سب پوشیدہ باتیں جانتا ہوں اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو پوشیدہ کرتے ہو سب مجھ کو معلوم ہے۔(۳۳)

تشریح: ان آیات میں فرشتوں کی گفتگو کے بعد اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور پھر کسی موقعے پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں پر حجت کے ذریعے آدم علیہ السلام کی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لیے ایک امتحان کا اہتمام کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے ناموں کا علم عطا فرما کر فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور حکم دیا کہ تم سچے ہو تو ان چیزوں کے نام بتاؤ۔ پھر سب نے اپنی عاجزی کا اقرار کیا اور کہا: اے رب! تو سبحان ہے۔ جو علم تو نے ہمیں دیا ہے اس کے سوا ہمارے پاس کوئی علم نہیں، یقیناً تو اپنے فیصلوں اور حکمتوں کو بہتر جانتا ہے۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ ان کو ان چیزوں کے نام بتاؤ۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان چیزوں کے نام بتائے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی حجت قائم کرتے ہوئے فرمایا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں ہی آسمانوں اور زمین کے رازوں کو جانتا ہوں اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو اسے بھی جانتا ہوں۔

آیت نمبر 34: وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓـئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡٓا اِلَّاۤ اِبۡلِيۡسَ ؕ اَبٰى وَاسۡتَكۡبَرَ ۖ وَكَانَ مِنَ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۳۴﴾

ترجمہ: اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو تو وہ سب سجدے میں گر پڑے مگر شیطان نے انکار کیا اور غرور میں آ کر کافر بن گیا۔(۳۴)

تشریح: اس آیت حضرت میں آدم علیہ السلام کو فرشتوں کا سجدہ اور شیطان کے تکبر کو بیان کیا گیا ہے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام نے علم میں فرشتوں پر برتری حاصل کی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو، چنانچہ انہوں نے سجدہ کیا۔ لیکن ابلیس نے غرور اور تکبر کیا اور سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس نافرمانی کی وجہ سے وہ کافروں میں سے ہو گیا۔

آیت نمبر 35: وَقُلۡنَا يٰٓـاٰدَمُ اسۡكُنۡ اَنۡتَ وَزَوۡجُكَ الۡجَـنَّةَ وَكُلَا مِنۡهَا رَغَدًا حَيۡثُ شِئۡتُمَا ۖ وَلَا تَقۡرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوۡنَا مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۳۵﴾

ترجمہ: اور ہم نے کہا کہ اے آدم تم اور تمھاری بیوی بہشت میں رہو اور جہاں سے چاہو بے روک ٹوک کھاؤ پیو لیکن اس درخت کے پاس نہ جانا نہیں تو ظالموں میں ہو جاؤ گے۔(۳۵)

تشریح: اس آیت میں حضرت آدم علیہ السلام کی آسمانی زندگی اور ممنوعہ درخت کے قریب تک نہ جانے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے جنت کے بابرکت مقام میں رہائش کا انتظام کیا گیا۔ جہاں حضرت حوا (علیہا السلام) کی تخلیق ہوئی

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تم اور تمھاری بیوی اس جنت میں رہو اور جو چاہو کھاؤ اور جہاں چاہو رہو، لیکن اس درخت کے قریب تک نہ جانا ورنہ تم دونوں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

آیت نمبر 36: فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۠ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿٣٦﴾

ترجمہ: پھر شیطان نے دونوں کو پھسلا دیا اور ان کو جنت سے نکلوا دیا۔ تب ہم نے حکم دیا کہ بہشت سے چلے جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمھارے لیے زمین میں ایک وقت تک ٹھکانہ اور معاش مقرر کر دیا گیا ہے۔ (٣٦)

تشریح: اس آیت میں کہا گیا ہے کہ شیطان نے جھوٹی قسمیں کھا کر انھیں گمراہ کرنے کی کوشش کی اور انہوں نے ممنوعہ درخت کا پھل کھا لیا جس پر انھیں جنت سے نکال کر زمین پر بھیج دیا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں بتایا گیا کہ اب تمھارا ٹھکانہ زمین پر ہے اور تم میں سے بعض ایک دوسرے کے دشمن ہو اور زمین پر تمھارا قیام کچھ عرصہ ہو گا پھر تمھیں میری طرف لوٹنا ہے۔

آیت نمبر 37: فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿٣٧﴾

ترجمہ: پھر آدم نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات سیکھے اور معافی مانگی تو اس نے ان کا قصور معاف کر دیا بیشک وہ معاف کرنے والا ہے بڑا مہربان ہے۔ (٣٧)

تشریح: اس آیت میں کہا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنے رب کی حمد و ثنا کرتے رہے، اللہ تعالیٰ نے انھیں کچھ کلمات سکھائے پھر ان کی توبہ قبول فرمائی اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی خطائیں معاف کرنے والا اور بے حد رحم کرنے والا ہے۔

آیت نمبر 38-39: قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٣٩﴾

ترجمہ: ہم نے فرمایا کہ تم سب یہاں سے اتر جاؤ جب تمھارے پاس میری طرف سے ہدایت پہنچے تو اس کی پیروی کرنا کہ جنھوں نے میری ہدایت کی پیروی کی ان کو نہ کچھ خوف ہو گا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔ (٣٨) اور جنھوں نے اس کو قبول نہ کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ دوزخ میں جانے والے ہیں اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ (٣٩)

تشریح: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ اب تم سب زمین پر جاؤ اور اپنی زندگی بسر کرو، لیکن جب ہماری طرف سے کسی پیغمبر کے ذریعے سے ہدایت کا پیغام پہنچے تو اسے اختیار کرلینا، کیوں کہ جو میری ہدایت کو قبول کرے گا، تو پھر انھیں کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ غمگین ہوں گے۔ لیکن جو لوگ میری آیات کو جھٹلائیں گے تو ایسے لوگ دوزخیوں میں شامل ہوں گے اور وہ اس عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. درج ذیل آیات میں سے کسی بھی ایک آیت کا ترجمہ و تشریح لکھیے۔

(الف) وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

(ب) وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. سورۃ البقرہ کی روشنی میں حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کے واقعے کو مختصر بیان کریں۔
2. حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش پر فرشتوں نے کس بنیاد پر سوال کیا؟
3. ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیوں نہیں کیا؟

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. حضرت آدم علیہ السلام کو نام سکھائے گئے:

(الف) آسمانوں کے　　(ب) زمینوں کے

(ج) تمام چیزوں کے نام کے　　(د) میوہ جات کے

2. حضرت آدم علیہ السلام کے لیے سجدہ کرنے کا حکم ملا:

(الف) تمام مخلوق کو　　(ب) فرشتوں کو

(ج) جنات کو　　(د) حیوانات کو

3. حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کو روکا گیا:

(الف) جنت کے باغوں میں جانے سے　　(ب) دنیا کی نعمتیں کھانے سے

(ج) ایک درخت کے قریب جانے سے　　(د) ہر قسم کی غذا کھانے سے

سورة الانفال (مکمل)

پس منظر: اس سورہ کے ابتداء میں لفظ 'الانفال' استعمال ہوا ہے جس کی وجہ سے اس سورت کا یہ نام رکھا گیا۔ یہ سورت مدینہ منورہ میں 2 ہجری میں جنگ بدر کے موقع پر نازل ہوئی۔ اس میں مال غنیمت کے مسائل اور اس کی تقسیم کو زیر بحث لایا گیا ہے، اس کے علاوہ اس سورہ کے اہم موضوعات میں مومنین کی صفات، ہجرت کا قصہ، مشرکین کی دشمنی اور ان کی بداعمالیاں اللہ کی راہ میں جہاد کی ترغیب شامل ہیں۔ کافروں سے صلح، جنگی قیدیوں کے اصول اور ہجرت کے کچھ مسائل شامل ہیں۔

ا۔ سورۃ الانفال: رکوع۔ا: آیات ا تا ١٠

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

ترجمہ: اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ترجمہ: شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

آیت نمبر 1: يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

ترجمہ: اے محمد! (مجاہد لوگ) تم سے غنیمت کے مال کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ کیا حکم ہے) کہہ دو کہ مال غنیمت اللہ اور اس کے رسول کا مال ہے۔ تو اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو، اور اگر ایمان رکھتے ہو تو اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلو۔ (١)

تشریح: اس آیت میں 'انفال' کے معنی اور حکم بتائے گئے ہیں اور آپس میں امن اور صلح کے ساتھ رہنا اور اللہ اور اس کے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرنا، بیان کیا گیا ہے۔ لفظ 'انفال' 'نفل' کی جمع ہے۔ جس کے لغوی معنی ہیں: زائد چیز یا بڑھوتری جس طرح لازم عبادات کے علاوہ ثواب کے لیے کی جانے والی عبادت کو 'نفل' کہتے ہیں اسی طرح مال غنیمت کے

مقررہ حصے سے زیادہ انعام کے طور پر دیے جانے والے حصے کو بھی 'نفل' کہتے ہیں۔ جنگ میں دشمن کو شکست دینے کے بعد ان کی حاصل شدہ چیزوں کو 'غنیمت' کہا جاتا ہے جبکہ جنگ سے پہلے ہی دشمن ہار مان لے اور فرار ہو جائے تو ان کے چھوڑے ہوئے مال کو ''مالِ فَے'' کہتے ہیں۔ یہاں انفال سے مراد مالِ غنیمت ہے۔

انفال کا حکم: اس آیت میں مال کی تقسیم کا عمومی حکم بیان کیا گیا ہے، حالانکہ اس کی مزید وضاحت "عالموا انما غنمتم" سے ہوئی ہے۔ اے پیغمبر! وہ آپ سے مالِ غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ انھیں بتائیں کہ مالِ غنیمت کی تقسیم کا اختیار اللہ اور اس کے رسول کے پاس ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرو اور آپس میں امن و سلامتی کے ساتھ زندگی بسر کرو اور اگر تم اپنے ایمان میں سچے ہو تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے احکام کی اطاعت کرو۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

غنیمت اور اس کے مترادفات: فے اور 'انفال' کی اصطلاحات پر الگ الگ وضاحت کریں۔

آیت نمبر 2-3-4: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۚ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۭ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۚ ۝

ترجمہ: مومن تو وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب انھیں اس کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے۔ اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسا رکھتے ہیں۔ (۲) اور وہ جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو مال ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے (نیک کاموں میں) خرچ کرتے ہیں۔ (۳) یہی سچے مومن ہیں اور ان کے لیے ان کے پروردگار کے ہاں (بڑے بڑے) درجے ہیں اور بخشش اور عزت کی روزی ہے۔ (۴)

تشریح: ان آیات میں وہ صفات بیان کی گئی ہیں جو ہر مومن میں ہونی چاہیے:

- جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی بڑائی بیان کی جاتی ہے تو ان کے دلوں میں ہیبت طاری ہو جاتی ہے اور وہ یہ کانپ اٹھتے ہیں۔
- جب ان کے سامنے قرآن مجید پڑھا جاتا ہے تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔
- وہ ہر چیز میں اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں۔
- وہ نماز قائم کرتے ہیں۔
- اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جو کچھ عطا کیا ہے وہ ضرورت مندوں پر خرچ کرتے ہیں۔

ایسی صفات کے حامل حقیقی اور سچے مومن ہیں۔ ان کے لیے ان کے رب نے اعلیٰ درجات اور بخشش اور عزت والا رزق تیار کر رکھا ہے۔ جو انھیں جنت میں ملے گا۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

مومنین کی مزید اوصاف اور خصوصیات پر روشنی ڈالیے۔

آیت نمبر 5-6: كَمَآ اَخۡرَجَكَ رَبُّكَ مِنۡۢ بَيۡتِكَ بِالۡحَقِّ ۖ وَاِنَّ فَرِيۡقًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ لَكٰرِهُوۡنَ ۙ ﴿۵﴾ يُجَادِلُوۡنَكَ فِى الۡحَقِّ بَعۡدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوۡنَ اِلَى الۡمَوۡتِ وَهُمۡ يَنۡظُرُوۡنَ ؕ ﴿۶﴾

ترجمہ: ان لوگوں کو اپنے گھروں سے اسی طرح نکلنا چاہیے تھا جس طرح تمھارے پروردگار نے تم کو تدبیر کے ساتھ اپنے گھر سے نکالا اور (اس وقت) مومنوں کی ایک جماعت ناخوش تھی۔ (۵) وہ لوگ حق بات میں اس کے ظاہر ہونے کے بعد تم سے جھگڑنے لگے گویا موت کی طرف ہانکے جاتے ہیں اور اسے دیکھ رہے ہیں۔ (۶)

تشریح: ان آیات میں غزوۂ بدر کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف بیان ہوا ہے۔ کَمَا اَخۡرَجَکَ رَبُّکَ اور نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا گیا ہے کہ اے نبی! جس طرح مال غنیمت کی تقسیم میں آپ کو اختیار دیا گیا اور بعض لوگوں نے اس پر اعتراض کیا۔ اسی طرح غزوۂ بدر کی تیاری کرتے وقت بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ مکے میں قریش کے پاس ایک بڑی مسلح فوج اور مسلمانوں کے پاس ایک چھوٹا سا لشکر ہے اور اسلحے کی کمی ہے، اس لیے جنگ نہ کریں اور صرف ابو سفیان کے قافلے سے مال حاصل کریں کیوں کہ کافر اس مال کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف استعمال کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو گھر سے نکلنے کا راستہ دکھایا اور کچھ لوگ ناچاہتے ہوئے وہاں سے نکلے۔ اللہ کے واضح فیصلہ کے بعد بھی وہ آپ سے اس طرح بحث کر رہے تھے جیسے انھیں موت کی طرف گھسیٹا جا رہا ہو اور وہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ وہ جنگ سے بہت خوف زدہ تھے جب کہ موت اور زندگی سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

آیت نمبر 7-8: وَاِذۡ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحۡدَى الطَّآئِفَتَيۡنِ اَنَّهَا لَـكُمۡ وَتَوَدُّوۡنَ اَنَّ غَيۡرَ ذَاتِ الشَّوۡكَةِ تَكُوۡنُ لَـكُمۡ وَيُرِيۡدُ اللّٰهُ اَنۡ يُّحِقَّ الۡحَـقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقۡطَعَ دَابِرَ الۡـكٰفِرِيۡنَ ۙ ﴿۷﴾ لِيُحِقَّ الۡحَـقَّ وَيُبۡطِلَ الۡبَاطِلَ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُجۡرِمُوۡنَ ۚ ﴿۸﴾

ترجمہ: اور (اس وقت کو یاد کرو) جب اللہ تم سے وعدہ کرتا تھا کہ (ابو سفیان اور ابو جہل کے) دو گروہوں میں سے ایک گروہ تمھارے لیے (مغلوب) ہو جائے گا۔ اور تم چاہتے تھے کہ جو قافلہ بے شان و شوکت (یعنی بے ہتھیار)

ہے وہ تمھارے ہاتھ آجائے اور اللہ چاہتا تھا کہ اپنے فرمان سے حق کو قائم رکھے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔(۷)
تاکہ سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کر دے۔ گویا کہ مشرک ناخوش ہی ہوں۔(۸)

تشریح: ان آیات میں مسلمانوں کے لیے کفار کے دو گروہوں میں سے ایک پر غلبہ اور برتری بیان کی گئی ہے۔ اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے تم مسلمانوں سے ابوسفیان کے قافلے پر غلبہ یا ابوجہل کے لشکر پر فتح کا وعدہ کیا تھا لیکن تم لوگ ابوسفیان کے قافلے سے مقابلہ کرنا چاہتے تھے اور بغیر کسی مشقت کے وہ چیز حاصل کرنا چاہتے تھے، جب کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی تھی کہ ابوجہل کی قیادت میں آنے والی فوج سے مسلمانوں کا مقابلہ ہو اور وہ اپنے فیصلے سے حق کو واضح کر دے اور کفار کی جڑیں کاٹ دے، تاکہ کافروں اور مجرموں پر ناچاہتے ہوئے بھی حق واضح ہو اور جھوٹ کو شکست ملے۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام
کافروں کے دو گروہوں سے کیا مراد ہے؟ اور ان کا مقصد بیان کیجیے۔

آیت نمبر 9-10: اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

ترجمہ: جب تم لوگ اپنے پروردگار سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمھاری دعا قبول کرلی (اور فرمایا) کہ (تسلی رکھو) ہم ہزار فرشتوں سے جو ایک دوسرے کے پیچھے آتے جائیں گے تمھاری مدد کریں گے۔(۹) اور اس مدد کو اللہ نے محض بشارت بنایا تھا کہ تمھارے دل اس سے اطمینان حاصل کریں۔ اور مدد تو اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔(۱۰)

تشریح: ان آیات میں جنگ بدر میں سیدنا رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی دعاؤں کی قبولیت کو بیان کیا گیا ہے۔ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ: آیات 9-14 میں جنگ بدر کے موقعے پر پیش آنے والے حالات اور اللہ تعالیٰ کی مدد کی مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ اے نبی! وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب آپ نے جنگ بدر کے موقعے پر اپنے رب سے اور فتح کی دعا مانگی تھی۔ پھر اس نے تمھاری دعائیں قبول فرمائیں اور وحی بھیجی کہ میں ایک ہزار فرشتوں کی تعداد سے تمھاری مدد کروں گا جو یکے بعد دیگرے آئیں گے اور اللہ تعالیٰ نے اس مدد کا وعدہ صرف تمھیں خوش کرنے اور تمھارے دلوں کو اطمینان دینے کے لیے کیا، ورنہ فتح و نصرت تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ جو بڑا حکمت والا ہے۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. درج ذیل آیات میں سے کسی بھی ایک آیت کا ترجمہ و تشریح لکھیے۔

(الف) وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۙ

(ب) اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. انفال غنیمت اور فے کا مفہوم بیان کیجیے۔
2. سورۃ الانفال کی پہلی آیت میں کون سی تین باتوں کا مؤمنوں کو حکم کیا گیا ہے؟
3. اس سبق میں مؤمنوں کی کون کون سی صفات بیان کی گئی ہیں؟

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. سورۃ الانفال نازل ہوئی:

(الف) جنگ بدر کے موقعے پر (ب) جنگ احد کے موقعے پر

(ج) جنگ خندق کے موقعے پر (د) جنگ خیبر کے موقعے پر

2. جنگ بدر میں مومنین کی مدد کے لیے وعدہ کیا گیا:

(الف) ایک ہزار فرشتوں کا (ب) دو ہزار فرشتوں کا

(ج) پانچ ہزار فرشتوں کا (د) دس ہزار فرشتوں کا

3. سورۃ الانفال نازل ہوئی:

(الف) ۵ ہجری میں (ب) ۴ ہجری میں

(ج) ۳ ہجری میں (د) ۲ ہجری میں

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات

طلبہ و طالبات گروپ بنا کر درج ذیل عنوانات مضمون لکھیں گے:

۱۔ غزہ بدر واقع ہونے کے اہم اسباب ۲۔ مسلمانوں کی حکمت عملی ۳۔ نتائج

آیت نمبر 11: إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ﴿١١﴾

ترجمہ: جب اس نے (تمھاری) تسکین کے لیے اپنی طرف سے تمھیں نیند (کی چادر) اوڑھادی اور تم پر آسمان سے پانی برسادیا تاکہ تم کو اس سے (نہلاکر) پاک کردے۔ اور شیطانی نجاست کو تم سے دور کردے اور اس لیے بھی کہ تمھارے دلوں کو مضبوط کردے اور اس سے تمھارے پاؤں جمائے رکھے۔ (۱۱)

تشریح: اس آیت میں جنگ بدر میں مؤمنوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد (نیند، بارش اور ذہنی سکون) کو بیان کیا گیا ہے۔ گذشتہ رکوع میں جن نعمتوں اور خصوصی مدد کا ذکر کیا گیا ان میں یہ باتیں بھی شامل ہیں: خوف اور جنگ کے وقت امن و سکون دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ پر نیند کا خُمار طاری کیا تاکہ پریشانی دور ہو جائے اس حالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے بیٹھے نیند سے کے خمار سے اونگھنے لگے تھے اور میدانِ جنگ میں آپ کو پانی کی تکلیف تھی اور آپ ریگستان کی طرف سے کھڑے تھے جہاں آپ کا چلنا مشکل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے بارش برسائی اور پانی کا انتظام کیا تاکہ آپ اس سے اپنی ضروریات پوری کریں نیز دیگر استعمال میں لائیں اور اس سے آپ کے پاؤں جمنے کا مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ بارش سے ریت جم گئی اور جو تمہیں شیطانی وسوسے آرہے تھے کہ ہماری مدد ہو گی کہ نہیں؟ وہ بھی ختم ہو گئے اور تمھارے دل مضبوط ہو گئے اور تمھارے دلوں میں سکون ہو گیا۔

آیت نمبر 12-13-14: إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا ۚ سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿١٢﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَمَن يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿١٣﴾ ذَٰلِكُمْ فَذُوقُوهُ وَأَنَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابَ النَّارِ ﴿١٤﴾

ترجمہ: جب تمھارا پروردگار فرشتوں کو ارشاد فرماتا تھا کہ میں تمھارے ساتھ ہوں تم مومنوں کو تسلی دو کہ ثابت قدم رہیں۔ میں ابھی ابھی کافروں کے دلوں میں رعب و ہیبت ڈالے دیتا ہوں سو ان کی گردنیں اڑادو۔ اور ان کی پور پور توڑ دو۔ (۱۲) یہ سزا اس لیے دی گئی کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ بھی سخت عذاب دینے والا ہے۔ (۱۳) یہ (مزہ تو یہاں) چکھو اور یہ سمجھ لو کہ کافروں کے لیے آخرت میں دوزخ کا عذاب (بھی تیار) ہے۔ (۱۴)

تشریح: ان آیات میں غزوۂ بدر میں مؤمنوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے انعامات بیان کیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمھاری مدد کے لیے فرشتوں سے مدد کا وعدہ کیا ہے اور وہ وقت بھی یاد کرنے لائق ہے جب تمھارے رب نے فرشتوں کو ہدایت کی تھی کہ میری مدد تمھارے ساتھ ہے، لہٰذا تم ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو۔ میں کافروں کے دلوں میں رعب اور ہیبت ڈال دوں گا۔ وہ آپ کے سامنے مزاحمت نہیں کریں گے۔ تم سب مل کر ان کی گردنیں اڑاؤ اور ہڈیاں توڑو۔ یہ اس لیے کہ کافروں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول، حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی مخالفت کی ہے اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی مخالفت کرے گا اسے نقصان پہنچے گا کیوں کہ اللہ تعالیٰ سخت انتقام لینے والا ہے۔

کافروں کو اشارہ ہے کہ یہ دنیا کا عذاب ہے، اسے چکھو۔ مزید بتایا گیا کہ انکار کرنے والوں کے لیے جہنم کا عذاب الگ سے تیار ہے۔

آیت نمبر 15-16: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴿١٥﴾ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿١٦﴾

ترجمہ: اے اہل ایمان جب میدان جنگ میں کفار سے تمھارا مقابلہ ہو تو ان سے پیٹھ نہ پھیرنا۔(۱۵) اور جو شخص جنگ کے روز اس صورت کے سوا کہ لڑائی کے لیے کنارے کنارے چلے (یعنی حکمت عملی سے دشمن کو مارے) یا اپنی فوج میں جا ملنا چاہے ان سے پیٹھ پھیرے گا (تو سمجھو کہ) وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گیا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔(۱۶)

تشریح: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا: ان آیات میں جنگ کے درج ذیل کچھ اصول سکھائے گئے ہیں:

- اے ایمان والو! جنگ کے دوران جب کفار سے آمنا سامنا ہو تو کبھی پیٹھ پھیر کر بھاگنے کی کوشش نہ کرنا اور جو شخص ایسے دن پیٹھ پھیرے گا تو گویا اللہ تعالیٰ کے غضب کے ساتھ لوٹا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔
- البتہ اگر پیچھے ہٹنے کا مقصد فرار نہیں بلکہ جنگی چال کھیلنا، دشمن کو دھوکا دینا یا اپنے دوستوں سے ملنا ہے تو وہ الگ بات ہے، اس میں کوئی جرم نہیں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام: جہاد میں شامل ہونے کے بعد ایک مجاہد کی ذمے داریوں پر بحث کے بعد طلبہ سے اہم نکات تحریر کروائیے۔

آیت نمبر 17-18: فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمہ: پس تم لوگوں نے ان کفار کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انھیں قتل کیا۔ اور اے نبی جس وقت تم نے کنکریاں پھینکی تھیں تو وہ تم نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں۔ اس سے یہ غرض تھی کو مومنوں کو (اپنے احسانوں سے) اچھی طرح آزمالے بیشک اللہ سنتا جانتا ہے۔ (۱۷) (بات) یہ (ہے) کہ کچھ شک نہیں کہ اللہ کافروں کی تدبیر کو کمزور کر دینے والا ہے۔ (۱۸)

تشریح: ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ کامیابی کا انحصار اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد پر ہے۔ مومن کا عقیدہ ہے کہ ظاہری اسباب کے پیچھے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کار فرما ہے۔ اس تصور کو ظاہر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر کو یاد دلایا کہ جو کفار مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔ ان کو تم نے نہیں مارا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں قتل کیا اور اے پیغمبر! صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ جنگ کے شروع میں جو مٹی آپ نے کفار پر پھینکی تھی، جس سے وہ اپنی آنکھیں ملتے رہے، وہ آپ نے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان تک پہنچائی۔ کیوں کہ اس کے حکم کے بغیر کچھ بھی ممکن نہیں اور یہ جنگ اس لیے ہوئی تا کہ وہاں سے اہل ایمان کو اچھا اجر ملے۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ کافروں کی چالوں کو کمزور بنانے والا ہے۔

آیت نمبر 19: اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹﴾

ترجمہ: اے کافرو! (اگر تم حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ پر) فیصلہ چاہتے ہو تو تمھارے پاس فتح آچکی (دیکھو) اگر تم (اپنے افعال سے) باز آجاؤ تو تمھارے حق میں بہتر ہے اور اگر پھر نافرمانی کرو گے تو ہم پھر بھی (تمھیں عذاب) کریں گے۔ اور تمھاری جماعت خواہ کتنی ہی بڑی ہو تمھارے کچھ کام نہ آئے گی اور اللہ تو مومنوں کے ساتھ ہے۔ (۱۹)

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کافروں کو خطاب اور تنبیہ کی وضاحت کی گئی ہے۔ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا: مسلمانوں سے جنگ کے لیے نکلنے کے دوران ابو جہل نے غلاف کعبہ کو پکڑ کر حق کی فتح اور کامیابی کی دعا مانگی تھی۔ جو مسلمانوں کے حق میں قبول ہوئی، کیوں کہ وہ حق پر تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے کفار سے فرمایا: تم جو فتح کی دعا مانگ رہے تھے، وہ فتح آچکی ہے۔ اب تم اپنی شرارتوں اور اسلام کی مخالفت سے باز آؤ، اگر تم باز رہو گے تو تمھارے لیے بہتر ہے۔ اور اگر تم نے دوبارہ اپنی

شرارتوں کا راستہ اختیار کیا تو یقین جانو کہ کثرت کے باوجود تمھارا گروہ تمھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا کیوں کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کے ساتھ ہے۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

جنگ کے دوران پیچھے ہٹنے کی جو صورتیں مجاہد کے لیے درست ہیں ان کے بارے میں سے مباحثے کے بعد تحریر کیجیے۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. درج ذیل آیات میں سے کسی بھی ایک آیت کا ترجمہ و تشریح لکھیے۔

(الف) اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ

(ب) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ

2. جنگ بدر کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنوں کی خصوصی مدد متعلق تحریر کریں۔

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. جنگ بدر کے موقع پر بارش ہونے کے کیا فوائد بتائے گئے ہیں؟
2. جنگ بدر کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو کیا حکم فرمایا؟
3. کفار سے مقابلے کی صورت میں سورۃ الانفال کی اوپر بیان کردہ آیات میں کیا ہدایات دی گئی ہیں؟

آیت نمبر 20: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿۲۰﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم پر چلو اور اس سے منھ نہ موڑو جب کہ تم (قرآن) سنتے ہو۔ (۲۰)

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کو اللہ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرنے کی نصیحت فرمائی گئی ہے: اے ایمان والو! اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرتے رہو اور اس سے کبھی روگردانی نہ کرو کہ اس کے احکام پر عمل کرنا چھوڑ دو۔ کیوں کہ آپ، پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی بابرکت مجلس میں نیک اور نصیحت آمیز باتیں سنتے رہتے ہو۔

آیت نمبر 21-22-23: وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ هُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَ لَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِیْهِمْ خَیْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَ لَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾

ترجمہ: اور ان لوگوں جیسے نہ ہونا جو کہتے ہیں کہ ہم نے (اللہ کا حکم) سن لیا، مگر (حقیقت میں) نہیں سنتے۔ (۲۱) کچھ شک نہیں کہ اللہ کے نزدیک تمام جان داروں سے بد ترین وہ بہرے گونگے ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ (۲۲) اور اگر اللہ ان میں نیکی (کا مادہ) دیکھتا تو ان کو سننے کی توفیق بخشتا، اور اگر (بغیر صلاحیت کے ہدایت کے) سماعت دیتا تو وہ منھ پھیر کر بھاگ جاتے۔ (۲۳)

تشریح: ان آیات میں اہل ایمان کو منافقوں کے طرز عمل سے اجتناب کریں، کرنے کی نصیحت اور کفار کے "شر الدواب" والی حیثیت بیان کی گئی ہے۔ اور ان منافقوں کی طرح نہ بنیں جنھوں نے کہا کہ ہم نے نصیحت اور وعظ کی باتیں سنی ہیں، جب کہ وہ نہیں سنتے، کیوں کہ وہ نہیں سننا چاہتے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کے بدترین جانور گونگے اور بہرے ہیں جو بے عقل بھی ہیں۔ تو یہ بھی ایسے ہی جانوروں میں سے ہیں۔ اگر ان کے لیے اللہ کی طرف سے تھوڑا سا بھی خیر حاصل کرنا ممکن ہوتا تو انھیں حق سننے کی سعادت حاصل ہوتی اور اگر اللہ زبردستی انھیں حق سنا دیتا تو بھی وہ منھ پھیر لیتے اور اسے قبول نہ کرتے۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام: کافروں کو برے جانوروں سے تشبیہ دینے کی کیا وجہ ہے طلبہ کو وضاحت سے بیان کر دیجیے۔

آیت نمبر 24-25-26-27: يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمہ: مومنو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو جب کہ رسول خدا تمھیں ایسے کام کے لیے بلاتے ہیں جو تم کو زندگی (جاوداں) بخشتا ہے اور جان رکھو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہ تم سب اس کے روبرو جمع کیے جاؤ گے۔ (۲۴) اور اس فتنے سے ڈرو جو خصوصیت کے ساتھ انھی لوگوں پر واقع نہ ہو گا جو تم میں گناہگار ہیں، اور جان رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ (۲۵) اور (اس وقت کو) یاد کرو جب تم زمین (مکہ) میں قلیل اور ضعیف سمجھے جاتے تھے اور ڈرتے رہتے تھے کہ لوگ تمھیں اڑا نہ لے جائیں (یعنی بے خانماں نہ کر دیں) تو اس نے تم کو جگہ دی اور اپنی مدد سے تم کو تقویت بخشی اور پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں تاکہ (اس کا) شکر کرو۔ (۲۶) اے ایمان والو! نہ تو اللہ اور رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی امانت میں خیانت کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو اور تم (ان باتوں) کو جانتے ہو۔ (۲۷)

تشریح: ان آیات میں اللہ اور اس کے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے احکامات کی اطاعت اور حرام چیزوں سے بچنے کی وضاحت کی گئی ہے۔ اے ایمان والو! جب اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ تمھیں زندگی بخشنے والی چیز یعنی: اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے بلائیں تو ان کا کہا مانو اور یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو اس کے روح اور دل سے بھی زیادہ قریب ہے اور ہر ایک کو اس کے پاس پیش ہونا ہے۔

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً: اگر تم نے حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت نہیں کی اور جہاد کے لیے کھڑے نہیں ہوئے تو اس فتنے سے ڈرو جو تم میں سے صرف ظالموں کو نہیں پہنچے گا بلکہ اس کا خمیازہ سب کو بھگتنا پڑے گا، یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ سخت انتقام لینے والا ہے۔ لہٰذا معاشرے کے امن اور بہتری کے لیے جہاد فی سبیل اللہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر والی ذمہ داری ادا کرتے رہو۔

وَاذْكُرُوْٓا: تمھیں جہاد کے ذریعے امن و امان اور عزت ملی ہے، ورنہ اس وقت کو یاد کرو جب تم مکہ میں کمزور اور کم تعداد میں تھے، ہمیشہ لوگوں کے ظلم و ستم سے ڈرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ پر مہربانی فرمائی اور آپ کو مدینہ منورہ میں جگہ دی اور آپ کو اپنی مدد سے مضبوط بنایا اور پاکیزہ چیزوں کا رزق عطا کیا تاکہ تم اس کے شکر گزار بندے بن جاؤ۔ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے احکام کی خلاف ورزی اور نافرمانی کرکے ان سے خیانت نہ کرو اور نا ہی ایک دوسرے کی امانتوں میں خیانت کرو، جب کہ تم اس کام کے نتائج سے واقف ہو۔

آیت نمبر 28: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾

ترجمہ: اور جان رکھو کہ تمھارا مال اور اولاد بڑی آزمائش ہے اور یہ کہ اللہ کے پاس (نیکیوں کا) بڑا ثواب ہے۔(۲۸)

تشریح: اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ مال اور اولاد انسان کے لیے فتنہ ہیں، یہ بات ذہن میں رکھو کہ تمھارا مال اور اولاد بھی تمھارے لیے آزمائش ہے، لہٰذا یہ دونوں چیزیں جہاد میں شامل ہونے میں رکاوٹ ہیں۔ اور جو لوگ تمام برائیوں سے بچ کر خالص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بہت بڑا اجر و ثواب تیار کر رکھا ہے۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. درج ذیل آیات میں سے کسی بھی ایک آیت کا ترجمہ و تشریح لکھیے۔

(الف) وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ

(ب) وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. منافقین میں کیا خرابیاں تھیں جن کے بارے میں کہا گیا کہ آپ ان جیسے نہ بنیں؟
2. وہ کون سا وقت مراد ہے جب مؤمنوں کی تعداد کم تھی؟
3. اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے خیانت کا مطلب کیا ہے؟
4. مؤمنوں کے لیے کون سی چیزیں آزمائش ہیں؟

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے۔

1. 'شَرَّ الدَّوَآبِّ' کے معنی ہیں:

(الف) برا جانور (ب) برے سے برا جانور

(ج) جانوروں میں سے سب سے برا (د) جانوروں میں سب سے زیادہ برا

2. 'لِمَا يُحْيِيكُمْ' سے مراد ہے:

(الف) زندگی (ب) دنیا

(ج) جہاد (د) موت

3. 'فِتْنَةٌ' سے مراد ہے:

(الف) آزمائش (ب) عذاب

(ج) جنگ (د) موت

آیت نمبر 29: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾

ترجمہ: مومنو! اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمھارے لیے حق و باطل کا فرق ظاہر کر دے گا (یعنی تم کو ممتاز کر دیگا) اور تمھارے گناہ مٹا دے گا اور تمھیں بخش دے گا، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ (۲۹)

تشریح: اس آیت میں اہل ایمان کو ایک فائدے یعنی تقویٰ کی برکات کے بارے میں بتایا گیا کہ اے ایمان والو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے تو وہ تمھیں حق و باطل میں تمیز کرنے کی توفیق عطا فرمائے گا، تمھارے گناہوں کو مٹا دے گا اور تمھیں معاف کر دے گا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ بڑا مہربان ہے۔

آیت نمبر 30: وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمہ: اور اے محمد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ (اس وقت کو یاد کرو) جب کافر لوگ تمھارے بارے میں چال چل رہے تھے کہ تم کو قید کر دیں یا جان سے مار ڈالیں یا (وطن سے) نکال دیں تو (ادھر تو) وہ چال چل رہے تھے اور ادھر اللہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔ (۳۰)

تشریح: اس آیت وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا: میں مشرکین کی شرارتوں، اعتراضات، بدکرداری اور تنبیہات کا بیان ہے۔ جس کا آغاز اس واقعے سے ہوتا ہے جب قریش مکہ نے حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کو نقصان پہنچانے کا منصوبہ بنایا اور آخر میں آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنا کر آپ کے گھر کا گھیراؤ کیا۔

اے پیغمبر! یہ بات بھی قابل ذکر ہے جب کفار مکہ آپ کے بارے میں منصوبہ بندی کر رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو بہت زیادہ جانی نقصان پہنچا دیں یا آپ کو وطن سے نکال باہر کریں تو وہ ادھر سازشیں کر رہے تھے لیکن انھیں معلوم نہیں تھا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ بھی ان کے لیے منصوبہ بندی کر رہا تھا اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر منصوبہ بندی کرنے والا ہے، وہ آپ کو ان کے شر سے محفوظ رکھے گا اور وہ رسوا ہوں گے۔

آیت نمبر 31-32: وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَاۤ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ
﴿۳۱﴾ وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۳۲﴾

ترجمہ: اور جب ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ تو کہتے ہیں (یہ کلام) ہم نے سن لیا ہے اگر ہم چاہیں تو اسی طرح کا (کلام) ہم بھی کہہ دیں اور یہ ہے ہی کیا صرف اگلے لوگوں کی حکایتیں ہیں۔ (۳۱) اور جب انہوں نے کہا کہ اے اللہ اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور تکلیف دینے والا عذاب بھیج۔ (۳۲)

تشریح: ان آیات میں مشرکین مکہ کی عداوت (دشمنی، جہالت اور سخت گیری) کو بیان کیا گیا ہے۔ جب ان مشرکوں کو کلام پاک سنایا جاتا ہے تو وہ تمسخر اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کی نصیحت اور قرآن سن لیا لیکن ہم چاہیں تو ایسا کچھ بنا سکتے ہیں۔ یہ پچھلی قوموں کی کہانیاں ہی تو ہیں۔ جب قرآن کریم نے انھیں چیلنج کیا تو کہ نے اس جیسی ایک چھوٹی سی سورت ہی بنا کر دکھاؤ۔ لیکن وہ اس کا جواب نہ دے سکے جب کہ ان میں بڑے بڑے فصیح، بلیغ اور بڑے بڑے شاعر موجود تھے۔

قرآنِ کریم کے بارے میں "اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ" کے الفاظ نضر بن حارث نامی مشرک نے کہے تھے، جب لوگوں نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ اب تم اس جیسا کوئی کلام بنا کر دکھاؤ تو اپنے آپ کو سچا دکھانے کے لیے کعبۃ اللہ کے پاس دعا مانگی، جس کا اس آیت میں ذکر ہے اور جب مشرکین نے کہا: اے ہمارے اللہ! اگر یہ دین (اسلام) سچا ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور دردناک عذاب لا۔ کیوں کہ ہم اسے سچ نہیں مانتے اور اس بات پر پورا یقین رکھتے ہیں۔

آیت نمبر 33-34: وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِیْهِمْ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ مَا لَهُمْ اَلَّا یُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَ هُمْ یَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ مَا كَانُوْۤا اَوْلِیَآءَهٗ اِنْ اَوْلِیَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمہ: اور اللہ ایسا نہ تھا کہ جب تک (اے پیغمبر) تم ان میں تھے انھیں عذاب دیتا۔ اور نہ ایسا تھا کہ وہ تو بخشش مانگیں اور اللہ انھیں عذاب دے۔ (۳۳) اور اب ان کے لیے کونسی وجہ ہے کہ وہ انھیں عذاب نہ دے جب کہ وہ مسجد حرام (میں نماز پڑھنے) سے روکتے ہیں اور وہ اس مسجد کے متولی بھی نہیں ہیں۔ اس کے متولی تو صرف پرہیزگار ہیں لیکن ان میں کے اکثر نہیں جانتے۔ (۳۴)

تشریح: ان آیات میں حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے وجود مبارک کا تذکرہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے کہ کافر غلط ہونے کے باوجود عذاب کی دعا کرتے ہیں لیکن عذاب کیوں نہیں آتا؟ اس کا جواب اس طرح دیا گیا: اللہ تعالیٰ

مشرکوں کو اس وجہ سے عذاب نہیں دیتا کہ اے پیغمبر! آپ ان میں موجود ہیں اور اسی لیے اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل نہیں کرتا کیوں کہ یہ لوگ استغفار بھی کرتے ہیں، جن میں سے اکثر کمزور مسلمان ہیں جو کافروں کے ماتحت رہتے ہیں۔ البتہ بعض کافر بھی طواف کرتے وقت "غُفْرَانَكَ غُفْرَانَكَ" (تم سے بخشش طلب کرتے ہیں) جیسے کلمات کہتے ہیں۔

ان باتوں کی وجہ سے انھیں مہلت دی گئی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب کیوں نہیں دے گا کہ وہ مسلمانوں کو مسجد الحرام میں آنے اور عبادت کرنے سے روکتے ہیں جب کہ وہ اس کے محافظ بھی نہیں ہیں۔ اس مسجد کے اصل متولی اور محافظ تو پرہیز گار مومن ہیں، لیکن بہت سے لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔

آیت نمبر 35: وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّ تَصْدِيَةً فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿٣٥﴾

ترجمہ: اور ان لوگوں کی نماز خانہ کعبہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا کچھ نہ تھی۔ تو تم جو کفر کرتے تھے اب اس کے بدلے عذاب (کا مزہ) چکھو۔ (۳۵)

تشریح: اس آیت میں مشرکین مکہ کی من گھڑت عبادت (نماز) بیان کی گئی ہے۔ یہ مشرکین مسلمانوں کو مسجد الحرام میں داخل ہونے سے روکتے ہیں، جب کہ وہ خود وہاں طواف اور عبادت کرتے ہوئے سیٹیاں بجانے اور تالیاں بجانے کے علاوہ کچھ نہیں کرتے۔ پس اپنے کفریہ کے اعمال کا مزہ چکھو۔

آیت نمبر 36-37: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ﴿٣٦﴾ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٣٧﴾

ترجمہ: جو لوگ کافر ہیں اپنا مال خرچ کرتے ہیں کہ (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے روکیں، سو ابھی اور خرچ کریں گے مگر آخر وہ (خرچ کرنا) ان کے لیے (موجب) افسوس ہو گا اور وہ مغلوب ہو جائیں گے۔ اور کافر لوگ دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے (۳۶) تا کہ اللہ ناپاک سے پاک کو الگ کر دے اور ناپاک کو ایک دوسرے پر رکھ کر ایک ڈھیر بنا دے۔ پھر اس کو دوزخ میں ڈال دے یہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں۔ (۳۷)

تشریح: جنگ بدر میں شکست کے بعد بعض کافروں نے مال جمع کرنا شروع کر دیا تا کہ مسلمانوں سے بدلہ لیں اور اپنے کافر لشکر کو طعام کھلانے پر جو انہوں نے خرچ کیا، اس کی وضاحت کی گئی کہ "جو کافر لوگ اپنا مال اس لیے خرچ کرتے ہیں کہ لوگوں کو

اللہ کے دین سے روکیں وہ مال خرچ کریں گے، لیکن یہ ان کے لیے حسرت کا باعث بنے گا کہ کاش! ہم نے فضول خرچ کیا اور وہی خرچ کرنے کے باوجود ناکام ہوں گے۔

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دین کا انکار کرتے ہیں انھیں جہنم میں جمع کیا جائے گا تا کہ اللہ تعالیٰ نیکوں کو بدکاروں سے الگ کر دے اور پھر بدکاروں کو ایک دوسرے پر ڈھیر کر دے۔ پھر ایک ساتھ سب کی تہیں بنا کر سب کو جہنم میں ڈال دے اور ایسے لوگ ہی خسارے میں ہیں۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. مدینہ کی طرف ہجرت کے وقت مشرکین نے حضور کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے خلاف کیا ارادہ کیا اور اس کا انجام کیا ہوا؟
2. درج ذیل آیات میں سے کسی بھی ایک آیت کا ترجمہ و تشریح لکھیے۔

(الف) وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ

(ب) اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ۬ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. تقویٰ اختیار کرنے کے کیا کیا فوائد اور انعامات ہیں؟
2. مشرکین، قرآن مجید کو 'ان ھذا الا اساطیر الاولین' کیوں کہہ رہے تھے؟
3. کفار اپنا مال و دولت کس مقصد کے لیے خرچ کرتے ہیں؟

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. تقویٰ اختیار کرنے سے حاصل ہوتی ہے:

(الف) دولت　　(ب) عزت

(ج) قوت　　(د) تمیز

2. قریش نے، حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو قید کرنے، شہید کرنے یا جلاوطن کرنے کا فیصلہ کس موقعے پر کیا تھا:

(الف) ہجرتِ حبشہ (ب) جنگِ بدر

(ج) ہجرتِ مدینہ (د) غزوۂ تبوک

3. مشرکین نے دعا مانگی کہ ہم پر آسمان سے برسا:

(الف) بارش (ب) پتھر

(ج) ہوا (د) طوفان

ہدایات برائے اساتذۂ کرام

'ہجرتِ مدینہ' کے عنوان پر طلبہ سے 'تقریری مقابلہ' کا انعقاد کرائیے۔

آیت نمبر 38: قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ یَّنْتَهُوْا یُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَ اِنْ یَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۳۸﴾

ترجمہ: (اے پیغمبر) کفار سے کہہ دو کہ اگر وہ اپنے افعال سے باز آجائیں تو جو ہو چکا انھیں معاف کر دیا جائے گا اور اگر پھر (وہی حرکات) کرنے لگیں گے تو اگلے لوگوں کا (جو) طریقہ جاری ہو چکا ہے (وہی ان کے حق میں برتا جائے گا)۔ (۳۸)

تشریح: اس آیت میں کافروں کے لیے ناصحانہ تنبیہ کا بیان ہے۔ اے پیغمبر! آپ کفار سے فرمایا دیں کہ اگر وہ اپنی برائیاں چھوڑ کر تمھاری اطاعت قبول کر لیں تو ان کی سابقہ نافرمانیاں معاف ہو جائیں گی۔ کیوں کہ سیدنا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ہے کہ "أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ" بے شک اسلام قبول کرنے سے پچھلے گناہ مٹ جاتے ہیں۔ (صحیح مسلم: 121) یہ بشارت دی گئی ہے اور اگر وہ اپنی اسی بد اعمالی اور اسلام دشمنی کی طرف لوٹ جائیں تو انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ گزشتہ لوگوں اور قوموں کے ساتھ کیا ہوا تھا اور بدر میں خود ان کے ساتھ کیا ہوا۔ ان کے ساتھ اب بھی وہی عذاب والا معاملہ اختیار کیا جائے گا۔

آیت نمبر 39: وَ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ یَكُوْنَ الدِّیْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۳۹﴾

ترجمہ: اور ان لوگوں سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ (یعنی کفر کا فساد) باقی نہ رہے اور دین سب اللہ ہی کا ہو جائے۔ اور اگر وہ باز آجائیں تو اللہ ان کے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔ (۳۹)

تشریح: اس آیت میں جہاد کا مقصد (کفر کے فتنے کو ختم کرنا) بیان کیا گیا ہے۔ اے مسلمانو! ان کافروں اور اسلام کے دشمنوں سے اس وقت تک لڑتے رہو جب تک کہ شرک و کفر کی جڑیں نہ اکھڑ جائیں اور دین اسلام ہر طرح سے غالب نہ آجائے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ ہو۔ پھر دیکھو کہ اگر وہ اپنی مخالفت سے باز آجائیں تو بہتر ہے ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے کردار پر نظر رکھے ہوئے ہے۔

آیت نمبر 40: وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ ﴿۴۰﴾

ترجمہ: اور اگر منھ پھیر لیں (اور باز نہ آئیں) تو جان رکھو کہ اللہ تمھارا حمایتی ہے (اور) وہ خوب حمایتی اور خوب مدد گار ہے۔ (۴۰)

تشریح: اس آیت میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ پر بھروسا کر کے جہاد کرنا چاہیے، اگر کافر پیٹھ پھیر لیں اور نصیحت قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہوں تو یقین رکھو کہ وہ تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، اللہ تعالیٰ آپ کا محافظ ہے۔ وہی بہترین سرپرست اور بہترین مددگار ہے۔

آیت نمبر 41: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۱﴾

ترجمہ: اور جان رکھو کہ جو مال غنیمت تم (کفار سے) لوٹ لاؤ اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کا اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا اور اہل قرابت اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور مسافروں کا ہے۔ اگر تم اللہ پر اور اس نصرت پر ایمان رکھتے ہو جو (حق و باطل میں) فرق کرنے کے دن (یعنی جنگ بدر میں) جس دن دونوں لشکروں میں مڈبھیڑ ہو گئی ہم نے اپنے بندے (محمد صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ) پر نازل فرمائی۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (۴۱)

تشریح: اس آیت میں مال غنیمت خرچ کرنے کی جگہیں بیان کی گئی ہیں۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ: سورۃ الانفال کے شروع میں غنیمت کے بارے میں سوال کے جواب میں کہا گیا کہ مال غنیمت کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو اختیار حاصل ہے۔ جیسے چاہیں تقسیم کریں۔ اس کی وضاحت یہاں کی گئی ہے۔ اے مسلمانو! جان لو کہ مال غنیمت میں سے جو کچھ ملے گا وہ پانچ حصوں میں تقسیم ہو گا، چار حصے مجاہدین میں تقسیم ہوں گے اور پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ پانچویں حصہ کے پانچ حصے کیے جائیں گے۔ ۱۔ حضور صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے لیے، ۲۔ ان کے قریبی رشتے داروں کے لیے، ۳۔ ان یتیموں کے لیے جن کے والدین بچپن میں فوت ہو گئے ہوں، ۴۔ ضرورت مندوں کے لیے جو غریب اور نادار ہیں، ۵۔ مسافروں کے لیے جن کے سفر کے دوران اخراجات ختم ہو گئے ہوں۔ اگر تم لوگ اللہ اور اس کی آیات پر یقین رکھتے ہیں تو ان احکامات پر عمل کرو۔ وہ آیات جو ہم نے اپنے بندے حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ پر نازل کیں، دونوں لشکروں کے مقابلے (یعنی جنگ بدر) والے دن۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

آیت نمبر 42-43-44: اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْیَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰی وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ؕ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِی الْمِیْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّیَقْضِیَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ۬ لِّیَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَیِّنَةٍ وَّیَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْۢ بَیِّنَةٍ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۴۲﴾ اِذْ یُرِیْكَهُمُ اللّٰهُ فِیْ مَنَامِكَ قَلِیْلًا ؕ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِیْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ

إِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۴۳﴾ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّ يُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ

مَفْعُوْلًا ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴۴﴾

ترجمہ: جس وقت تم (مدینے سے) قریب کے ناکے پر تھے اور کافر دور کے ناکے پر اور قافلہ تم سے نیچے (اتر گیا تھا)۔ اور اگر تم (جنگ کے لیے) آپس میں قرارداد کر لیتے تو وقت مُعَیَّن (پر جمع ہونے) میں تقدیم و تاخیر ہو جاتی لیکن اللہ کو منظور تھا کہ جو کام ہو کر رہنے والا تھا اسے کر ہی ڈالے تاکہ جو مرے بصیرت پر (یعنی یقین جان کر) مرے اور جو جیتا رہے وہ بھی بصیرت پر (یعنی حق پہچان کر) جیتا رہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ اللہ سنتا جانتا ہے۔ (۴۲) اس وقت اللہ نے تمھیں خواب میں کافروں کو تھوڑی تعداد میں دکھایا اور اگر بہت کر کے دکھاتا تو تم لوگ جی چھوڑ دیتے اور (جو) کام (درپیش تھا اس) میں جھگڑنے لگتے لیکن اللہ نے (تمھیں اس سے) بچالیا۔ بیشک وہ سینوں کی باتوں تک سے واقف ہے۔ (۴۳) اور اس وقت جب تم ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو کافروں کو تمھاری نظروں میں تھوڑا کر کے دکھاتا تھا اور تم کو ان کی نگاہوں میں تھوڑا کر کے دکھاتا تھا تاکہ اللہ کو جو کام کرنا منظور تھا اسے کر ڈالے اور سب کاموں کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے۔ (۴۴)

تشریح: ان آیات میں جنگ بدر کے فیصلہ کن دن کی صورت حال بیان کی گئی ہے۔ وہ دن یاد کرو جب آپ جنگ کے لیے مدینے کے قریب تھے اور کفار کا لشکر دور تھا، جب کہ ابو سفیان کا قافلہ آپ سے نشیبی ساحلی راستے سے بچ نکلا سمندری راستے سے فرار ہوا اور ایسے میں آپ کا مقابلہ مشرکین کے لشکر سے ہوا اور اگر تم ایک دوسرے سے لڑنے کے لیے ایک دن مقرر کرتے تو دونوں نہیں پہنچتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اچانک آپ کا مقابلہ کفار سے کر دیا تاکہ اللہ تعالیٰ اسلام کی مدد اور کفر کو ختم کرنے کا اپنا فیصلہ مکمل کر دے اور اللہ تعالیٰ جو فیصلہ کرتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔

اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ: درج بالا آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر مسلمان اور کفار لڑائی کے لیے ایک وقت مقرر کر لیتے تو وہ اس پر نہ پہنچ پاتے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ کا فیصلہ کر لیا تھا اور اس کے اسباب بنائے۔ جس کی وجوہات اس نے خود بنائے تھے۔ ان میں سے ایک یہ تھا کہ کفار کی کثیر تعداد کے باوجود حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کی تعداد کم کر کے دکھائی گئی اور مسلمان بھی کافروں کو کم نظر آئے۔ اس بات کی طرف سے اشارہ کرتے ہوئے بتایا گیا کہ اے پیغمبر! یاد کیجیے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو کفار کم دکھائے۔ اگر وہ زیادہ کر کے دکھاتا تو تم لوگ سست پڑ جاتے اور جنگ سے متعلق اختلاف کر بیٹھتے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس بات سے بچالیا۔ بے شک وہ سینوں کے راز جانتا ہے اور اے مومنو! جب آپ جنگ میں تھے تو مشرکین کو آپ کی نظروں میں کم دکھایا گیا اور آپ ان کو کم دکھائی دیتے تھے۔ یہ سب اس کے لیے تھا کہ اللہ نے جو فیصلہ کیا تھا وہ پورا ہو اور تمام معاملات کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور اس کی مرضی اور اس کا فیصلہ ہر جگہ غالب ہوتا ہے۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. درج ذیل آیات میں سے کسی بھی ایک آیت کا ترجمہ و تشریح لکھیے۔

(الف) وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

(ب) وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

2. مال غنیمت کی تقسیم کا اختیار کس کو ہے اور اس کا طریقہ کار کیا ہے؟

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. جہاد کب تک جاری رکھا جائے؟ اس کا مقصد کیا ہے؟ آیت کی روشنی میں واضح کریں۔
2. اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی کامیابی کے لیے کون کون سے خصوصی انعامات اور احسانات کا ذکر فرمایا ہے؟
3. 'العدوۃ الدنیا' اور 'العدوۃ القصویٰ' سے کیا مراد ہے؟

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. 'يَوْمَ الْفُرْقَانِ' سے مراد ہے:

(الف) غزوۂ بدر کا دن
(ب) غزوۂ احزاب کا دن
(ج) صلح حدیبیہ کا دن
(د) فتح مکہ کا دن

2. 'الرَّكْبُ' سے مراد ہے:

(الف) ابو جہل کا لشکر
(ب) ابو سفیان کا قافلہ
(ج) مسلمانوں کا لشکر
(د) میدانِ جنگ

3. 'خمس' کہا جاتا ہے:

(الف) تیسرے حصے کو
(ب) چوتھے حصے کو
(ج) پانچویں حصے کو
(د) چھٹے حصے کو

ہدایات برائے اساتذہ کرام

طلبہ وطالبات کو غنیمت کی تعریف، اقسام، مصارف اور تقسیم کے اختیارات کے متعلق وضاحت کیجیے۔

آیت نمبر 45: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾

ترجمہ: مومنو! جب (کفار کی) کسی جماعت سے تمھارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تا کہ مراد حاصل کرو۔ (۴۵)

تشریح: اس آیت میں غزوۂ بدر کے متعلق تلقین اور اس کے اثرات کو بیان کیا گیا ہے۔ پچھلی آیت نمبر ۱۵ میں اہل ایمان سے کہا گیا تھا کہ "جب میدان جنگ میں کفار سے تمھارا مقابلہ ہو تو ان سے پیٹھ نہ پھیرنا" اس رکوع میں بھی وہی نصیحت اور کچھ دوسری باتیں بیان کی گئی ہیں۔ جو کہ درج ذیل ہیں: اے ایمان والو! جب آپ کو کسی کافر گروہ کا سامنا ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو تا کہ تم فاتح ہو جاؤ۔

آیت نمبر 46: وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۴۶﴾

ترجمہ: اور اللہ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم پر چلو اور آپس میں جھگڑا نہ کرنا کہ (ایسا کرو گے تو) تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر سے کام لو کہ اللہ صبر کرنے والوں کا مددگار ہے۔ (۴۶)

تشریح: اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے احکام کی تعمیل کرو اور آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ تم کمزور ہو جاؤ گے اور تمھاری طاقت ختم ہو جائے گی۔ اس لیے مقابلے پر ڈٹے رہو اور ثابت قدم رہو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ ثابت قدم رہنے والوں کے ساتھ ہے۔

آیت نمبر 47-48: وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۴۷﴾ وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّىْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّىْ بَرِيْۤءٌ مِّنْكُمْ اِنِّىْۤ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّىْۤ اَخَافُ اللّٰهَ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۴۸﴾

ترجمہ: اور ان لوگوں جیسے نہ ہونا۔ جو اتراتے ہوئے (یعنی حق کا مقابلہ کرنے کے لیے) اور لوگوں کو دکھانے کے لیے گھروں سے نکل آئے اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔ اور جو اعمال یہ کرتے ہیں اللہ ان کا احاطہ کیے ہوئے

ہے۔(۴۷) اور جب شیطان نے ان کے اعمال ان کو آراستہ کر دکھائے اور کہا کہ آج کے دن لوگوں میں سے کوئی تم پر غالب نہ ہو گا۔ اور میں تمھارا رفیق ہوں (لیکن) جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل (صف آرا) ہوئیں تو پسپا ہو کر چل دیا۔ اور کہنے لگا کہ مجھے تم سے کوئی واسطہ نہیں۔ میں تو ایسی چیزیں دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے مجھے تو اللہ سے ڈر لگتا ہے۔ اور اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔(۴۸)

تشریح: ان آیات میں کفار مکہ کے طرز عمل اور ان سے دور رہنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ تم ان مشرکوں کی طرح مت بنو جو متکبرانہ انداز سے لوگوں کو دکھانے اور دین سے روکنے کے لیے دکھاوے کے طور پر مکہ سے نکلے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال کا احاطہ کیے ہوئے تھا اور وہ اس کے احاطے سے باہر نہیں نکل سکے اور وہ وقت دیکھنے کے لائق تھا جب شیطان مشرکوں کو ان کے کام اور جنگی تیاری بتا رہا تھا اور ان کو حوصلہ دے رہا تھا کہ آج تمھاری اس عظیم فوج سے زیادہ طاقتور کوئی نہیں ہو گا میں بھی تمھارا ساتھی ہوں۔ پھر جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے اور مؤمنوں کے لیے آسمان سے فرشتوں کی فوجیں آنے لگیں تو شیطان اپنی ایڑیوں کے بل بھاگنے لگا اور مشرکوں سے کہنے لگا کہ اب میں تم سے بیزار ہوں۔ میں فرشتوں کے ایسے لشکر دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے تم بھی بھاگ کر اپنی جان بچالو کیوں کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. درج ذیل آیات میں سے کسی بھی ایک آیت کا ترجمہ و تشریح لکھیے۔

(الف) وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ

(ب) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. جنگ کے دوران مؤمنوں کو کس عمل کا کو حکم دیا گیا ہے؟
2. جب غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی مدد کے لیے نازل ہونے والے فرشتوں کو شیطان نے دیکھا تو اس کا ردِ عمل کیا تھا؟
3. شیطان مشرکین کو کیا تسلی دے رہا تھا؟

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. 'تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ' کا مطلب ہے:

(الف) آپ کی جسمانی قوت ختم ہو جائے گی۔ (ب) آپ کی طاقت ختم ہو جائے گی۔

(ج) آپ کو ہوا لگ جائے گی۔ (د) آپ کی ہوا اکھڑ جائے گی۔

2. شیطان نے کہا "میں وہ چیزیں دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے" اس سے مراد ہے:

(الف) ہر چیز (ب) فرشتے

(ج) جن (د) لشکر

3. 'اِنِّیْ جَارٌ لَّکُمْ' کے الفاظ کہے:

(الف) ابو جہل نے (ب) ابو سفیان نے

(ج) شیطان نے (د) قریش کے سردار نے

آیت نمبر 49: اِذۡ یَقُوۡلُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَ الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ غَرَّ هٰۤؤُلَآءِ دِیۡنُهُمۡ ؕ وَ مَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ ﴿۴۹﴾

ترجمہ: اس وقت منافق اور (کافر) جن کے دلوں میں مرض تھا کہتے تھے کہ ان لوگوں کو ان کے دین نے مغرور کر رکھا ہے۔ اور جو شخص اللہ پر بھروسا رکھتا ہے، تو اللہ غالب ہے حکمت والا ہے۔ (۴۹)

تشریح: اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ جنگ بدر میں جب مسلمانوں نے طاقتور لشکر کے خلاف جنگ کی تیاری کی اور اپنی بہادری کا مظاہرہ کیا تو منافقین اور کفار نے طنزیہ انداز میں ان پر اعتراض کیا کہ مسلمان کتنے ناتجربہ کار اور سادہ ہیں کہ اتنے بڑے لشکر کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہوئے ہیں۔ انہیں اپنے دین نے دھوکا دیا ہے لیکن مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے پوری تیاری کر لی ہے اور جو اس پر بھروسہ کرے اسے یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور حکمت والا ہے۔

آیت نمبر 50-51: وَ لَوۡ تَرٰۤی اِذۡ یَتَوَفَّی الَّذِیۡنَ کَفَرُوا ۙ الۡمَلٰٓئِکَۃُ یَضۡرِبُوۡنَ وُجُوۡهَهُمۡ وَ اَدۡبَارَهُمۡ ۚ وَ ذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡحَرِیۡقِ ﴿۵۰﴾ ذٰلِکَ بِمَا قَدَّمَتۡ اَیۡدِیۡکُمۡ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَیۡسَ بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِیۡدِ ﴿۵۱﴾

ترجمہ: اور کاش تم اس وقت (کی کیفیت) دیکھو جب فرشتے کافروں کی جانیں نکالتے ہیں، ان کے چہروں اور پیٹھوں پر (کوڑے اور ہتھوڑے وغیرہ) مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب آگ کے عذاب کا مزہ چکھو۔ (۵۰) یہ ان (اعمال) کی سزا ہے جو تمھارے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں۔ اور یہ (جان رکھو) کہ اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ (۵۱)

تشریح: ان آیات میں موت کے وقت کافروں کی حالت اور آخرت میں عذاب کو بیان کیا گیا ہے۔ وَلَوۡ تَرٰۤی اِذۡ یَتَوَفَّی: اگر آپ یہ منظر دیکھتے تو آپ کو حیرت ہوتی جب فرشتے کافروں کے چہروں اور پیٹھوں پر لوہے کے ہتھوڑے مارتے ہوئے سانس نکالتے اور کہتے ہیں کہ تم اپنے کیے کے بدلے میں جلتی ہوئی آگ کا مزہ چکھو۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے کہ تم خود اپنی سزا کا سبب بنے ہو ورنہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کوئی زیادتی نہیں کرتا۔

آیت نمبر 52-53-54: کَدَاۡبِ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ ۙ وَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوۡبِهِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۵۲﴾ ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمۡ یَکُ مُغَیِّرًا نِّعۡمَۃً اَنۡعَمَهَا عَلٰی قَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِهِمۡ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ

سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۵۳﴾ كَدَاۡبِ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ ۙ وَالَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمۡ فَاَهۡلَكۡنٰهُمۡ بِذُنُوۡبِهِمۡ وَاَغۡرَقۡنَاۤ اٰلَ فِرۡعَوۡنَ ۚ

وَكُلٌّ كَانُوۡا ظٰلِمِيۡنَ ﴿۵۴﴾

ترجمہ: جیسا حال فرعونیوں کا اور ان سے پہلے لوگوں کا (ہوا تھا ویسا ہی ان کا ہوا کہ) انھوں نے اللہ کی آیتوں سے کفر کیا تو اللہ نے ان کے گناہوں کی سزا میں ان کو پکڑ لیا۔ بیشک اللہ زبردست ہے سخت عذاب دینے والا ہے۔ (۵۲) یہ اس لیے کہ جو نعمت اللہ کسی قوم کو دیا کرتا ہے جب تک وہ خود اپنے دلوں کی حالت نہ بدل ڈالیں اللہ اسے نہیں بدلا کرتا اور اس لیے کہ اللہ سنتا جانتا ہے۔ (۵۳) جیسا حال فرعونیوں اور ان سے پہلے لوگوں کا ہوا تھا ویسا ہی ان کا ہوا انھوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر ڈالا اور فرعونیوں کو ڈبو دیا۔ اور وہ سب ظالم تھے۔ (۵۴)

تشریح: ان آیات میں فرعون، آل فرعون اور ان جیسے دشمنان اسلام کی تباہی و بربادی کے اسباب بیان کیے گئے ہیں۔
كَدَاۡبِ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ: مکہ والوں کا حال بھی فرعونیوں اور اس سے پہلے والوں جیسا ہے، انہوں نے بھی غرور اور تکبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو جھٹلایا، پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کے گناہوں کی سزا میں پکڑ لیا۔ درحقیقت وہ زبردست اور سخت انتقام لینے والا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا اصول ہے کہ جب وہ کسی قوم کو کسی نعمت سے نوازتا ہے تو اس کو ختم نہیں کرتا جب تک کہ وہ لوگ خود اس کو نہ بدلیں اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ پس ان کی صورت حال بھی فرعون اور اس سے پہلے والوں جیسی ہے جنھوں نے اپنے رب کی طرف سے آنے والے پیغام کو جھوٹا سمجھا اور اس پر ایمان نہ لایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو سمندر میں غرق کر دیا اور وہ سب بڑے ظالم تھے اور یہ اہل مکہ بھی ان کے طرز عمل پر چلے تو بدر میں ہلاک کیے گئے۔ اللہ تعالیٰ کے دین کو جھٹلانے والے یہ سب ظالم تھے۔

آیت نمبر 55-56-57-58: اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنۡدَ اللّٰهِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فَهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ۖۚ ﴿۵۵﴾ اَلَّذِيۡنَ عٰهَدۡتَّ مِنۡهُمۡ ثُمَّ يَنۡقُضُوۡنَ عَهۡدَهُمۡ فِىۡ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمۡ لَا يَتَّقُوۡنَ ﴿۵۶﴾ فَاِمَّا تَثۡقَفَنَّهُمۡ فِى الۡحَرۡبِ فَشَرِّدۡ بِهِمۡ مَّنۡ خَلۡفَهُمۡ لَعَلَّهُمۡ يَذَّكَّرُوۡنَ ﴿۵۷﴾ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنۡ قَوۡمٍ خِيَانَةً فَانۢبِذۡ اِلَيۡهِمۡ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡخَآئِنِيۡنَ ﴿۵۸﴾

ترجمہ: جان داروں میں سب سے بدتر اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو کافر ہیں، سو وہ ایمان نہیں لاتے۔ (۵۵) جن لوگوں سے تم نے (صلح کا) عہد کیا ہے پھر وہ ہر بار اپنے عہد کو توڑ ڈالتے ہیں اور (اللہ سے) نہیں ڈرتے۔ (۵۶) اگر تم ان کو لڑائی میں پاؤ تو انھیں ایسی سزا دو کہ جو لوگ ان کے پس پشت ہیں وہ ان کو دیکھ کر بھاگ جائیں۔ عجب نہیں

کہ ان کو اس سے عبرت ہو۔(۵۷) اور اگر تم کو کسی قوم سے دغابازی کا خوف ہو تو (ان کا عہد) انھی کی طرف پھینک دو کہ (اور) برابر (کا جواب دو) کچھ شک نہیں کہ اللہ دغابازوں کو دوست نہیں رکھتا۔(۵۸)

تشریح: ان آیات میں کافروں کو 'شر الدواب' کہنے اور کافروں کی وعدہ خلافی اور خیانت کرنے کی ہدایات بیان کی گئی ہیں۔ یہ آیات مدینہ کے یہودیوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں جن کے ساتھ سیدنا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ آپس میں جنگ نہیں کریں گے لیکن انہوں نے اس معاہدے کو توڑا اور مشرکین کی مدد کی اور معاہدہ توڑ دیا۔ اللہ کے نزدیک زمین پر چلنے والی تمام مخلوقات میں بدترین یہ کافر ہیں اس لیے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ یہ وہی ہیں جن کے ساتھ تم نے صلح کے معاہدے کیے، پھر انہوں نے ہر بار معاہدے توڑ دیے اور انھیں کوئی خوف نہیں ہوا۔ لہٰذا اگر وہ آپ جنگ میں مل جائیں تو انہیں بعد میں آنے والوں کیلئے نشانِ عبرت بنالو تاکہ دوسروں کو ان سے نصیحت ملے، اور اگر تمھیں کسی قوم کی طرف سے معاہدہ توڑنے اور خیانت کرنے کا اندیشہ ہو تو ان کو صاف پیغام بھیج دو کہ آج کے بعد تم سے کوئی معاہدہ نہیں ہے کیوں کہ انھیں معاہدہ توڑنے کی اطلاع دیے بغیر ان سے لڑائی کرنا خیانت ہے۔ اور اللہ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو خیانت کریں۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. درج ذیل آیات میں سے کسی بھی ایک آیت کا ترجمہ و تشریح لکھیے۔

(الف) اِذۡ یَقُوۡلُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَ الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ غَرَّ هٰۤؤُلَآءِ دِیۡنُهُمۡ ؕ وَ مَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ

(ب) کَدَاۡبِ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ ۙ وَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوۡبِهِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. معاہدوں میں خیانت کرنے والوں کے لیے کیا ہدایات ہیں؟
2. سبق کی آیاتِ میں گزشتہ قوموں کی بربادی کے کیا اسباب بتائے گئے ہیں؟
3. معاہدہ توڑنے کی سزا کیا ہے؟

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. سانس نکالتے وقت فرشتے مارتے ہیں:

(الف) جانور کو (ب) عام انسان کو

(ج) آل فرعون کو (د) کفار کو

2. قوم کو ڈوب کر ہلاک کیا گیا:

(الف) ثمود کی قوم کو (ب) ہود کی قوم کو

(ج) آل فرعون کو (د) یہود قوم کو

3. 'برے جانور' شمار کیا گیا ہے:

(الف) حرام جانور کو (ب) وحشی جانور کو

(ج) ایمان نہ لانے والوں کو (د) فساد پھیلانے والوں کو

سرگرمی برائے طلبہ وطالبات

فرعون اور اس سے پہلے کی قوموں کے نام اور ان کی تباہی کے اسباب اور وجوہات تلاش کیجیے اور تحریر کیجیے، مثلاً:

قوم کا نام	ہلاکت کا سبب	ہلاکت کا ذریعہ
آل فرعون	اللہ کی آیات کی تکذیب	سمندر میں ڈبو دیے گئے

آیت نمبر 59: وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ؕ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ۝۵۹

ترجمہ: اور کافر یہ خیال ہرگز نہ کریں کہ وہ آگے نکل گئے ہیں، یقیناً وہ ہمیں عاجز نہیں کر سکتے۔ (۵۹)

تشریح: اس آیت میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ کافر اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے نہیں بچ سکتے۔ کافروں کو یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ وہ عہد شکنی اور دیگر برے کاموں کے باوجود اللہ کی طاقت سے باہر ہو جائیں گے، انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ وہ خواہ کتنے ہی سرکش ہو جائیں مگر اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے، وہ ان کے تمام اعمال سے واقف ہے اور انھیں ان کے برے کاموں کی سزا دے گا۔

آیت نمبر 60: وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝۶۰

ترجمہ: اور جہاں تک ہو سکے (فوج کی جمعیت) کے زور سے اور گھوڑوں کے تیار رکھنے سے ان کے مقابلے کے لیے مستعد رہو کہ اس سے اللہ کے دشمنوں اور تمھارے دشمنوں اور ان کے سوا اور لوگوں پر جن کو تم نہیں جانتے، اور اللہ جانتا ہے ہیبت بیٹھی رہے گی۔ اور تم جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اس کا ثواب تم کو پورا پورا دیا جائے گا اور تمھارا ذرا نقصان نہیں کیا جائے گا۔ (۶۰)

تشریح: اس آیت میں جہاد کی تیاری کے لیے مستقل طور پر ساز و سامان تیار رکھنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ مؤمنوں کو چاہیے کہ وہ اپنی جنگی صلاحیتوں کو بہتر اور مضبوط کرنے کی پوری کوشش کریں، چاہے وہ اسلحہ اور جنگی ہتھیار ہوں یا گھوڑے اور دیگر جنگی آلات ہی کیوں نہ ہوں۔ ایسا کرنے سے آپ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں یعنی کفار مکہ پر رعب اور اپنی ہیبت بٹھا سکیں گے اور ان کے علاوہ ان دشمنوں پر بھی دہشت طاری ہو گی جن کو اس وقت تم نہیں پہچانتے یعنی منافق اور یہودی، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں۔ آپ دین کے لیے جانی و مالی کوششیں کرتے رہیں اور اپنی طرف سے جان، مال اور طاقت میں سے جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو گے اس کا آپ کو پورا پورا اجر ملے گا اور آپ کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہو گی۔

آیت نمبر 61: وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۶۱

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسا رکھو۔ کچھ شک نہیں کہ وہ سب کچھ سنتا جانتا ہے۔ (۶۱)

تشریح: اس آیت میں کافروں سے صلح کی اجازت بیان کی گئی ہے۔ اگر کافر یا یہودی اپنا جنگی رویہ ترک کر دیں کر کے وہ صلح کرنا چاہتے ہیں تو آپ صلح کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے اور ان کے ہر معاہدے کو قبول کریں۔ بیشک وہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔

آیت نمبر 62: وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۭ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝

ترجمہ: اور اگر یہ چاہیں کہ تم کو فریب دیں تو اللہ تمہیں کفایت کرے گا۔ وہی تو ہے جس نے تم کو اپنی مدد سے اور مسلمانوں (کی جمعیت) سے تقویت بخشی۔ (۶۲)

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو تسلی دینے اور ان کی مدد کرنے کو بیان کیا گیا ہے اور کہا کہ اگر وہ معاہدے کی آڑ میں آپ سے دھوکا اور خیانت کرنا چاہیں تو اے پیغمبر! آپ فکر نہ کریں کیوں کہ اللہ آپ کے لیے کافی ہے۔ اس نے تو آپ کی مدد اور مؤمنوں کے ذریعے بھرپور نصرت فرمائی ہے۔

آیت نمبر 63-64: وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

ترجمہ: اور ان کے دلوں میں الفت پیدا کر دی۔ اور اگر تم دنیا بھر کی دولت خرچ کرتے تب بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ کر سکتے۔ مگر اللہ ہی نے ان میں الفت ڈال دی بیشک وہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔ (۶۳) اے نبی! اللہ تم کو اور مومنوں کو جو تمھارے پیروکار ہیں کافی ہے۔ (۶۴)

تشریح: ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے خاص احسان یعنی اتحاد و اتفاق اور الفت و دلجوئی کو بیان کیا گیا ہے کہ اس نے مومنوں کے دلوں میں محبت ڈال دی ہے۔ ورنہ ان کی پرانی دشمنی اور اختلافات کی وجہ سے اگر تم زمین کے سارے خزانے خرچ کر بھی دیتے تو بھی ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت پیدا نہ کر پاتے۔ لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ان کے درمیان قربت اور محبت بڑھا دی ہے، بے شک وہ بڑا حکمت والا ہے۔ اے پیغمبر! کافر تو کیا اگر ساری دنیا کے لوگ بھی آپ کے مخالف ہو جائیں تو وہ بھی کچھ نہیں کر سکیں گے کیوں کہ آپ اور آپ کے اطاعت کرنے والے مؤمنوں کے لیے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔ اس کے سوا کسی اور کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. درج ذیل آیات میں سے کسی بھی ایک آیت کا ترجمہ و تشریح لکھیے۔

(الف) وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

(ب) وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. موجودہ دور میں جہاد کے لیے کس سازوسامان کی ضرورت ہے؟ واضح کریں۔
2. اگر کفار صلح کے لیے آمادہ ہوں تو اس کے لیے مسلمانوں کے لیے کیا حکم ہے؟
3. لوگوں کی دلوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت کا بڑا سبب کیا ہے؟

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. مسلمانوں کو جنگی ہتھیاروں کی تیاری کرنا چاہیے:

(الف) کم (ب) زیادہ

(ج) درمیانی (د) جتنی ہو سکے

2. اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا ہوا پورا پورا واپس ملے گا:

(الف) مال دولت (ب) سونا

(ج) ہر چیز (د) وقت

3. نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ اور مومنوں کے لیے کافی ہے:

(الف) اللہ تعالیٰ (ب) کتاب اللہ

(ج) سنت (د) اسوہ حسنہ

آیت نمبر 65: یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَى الْقِتَالِؕ اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِۚ وَ اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ یَّغْلِبُوْۤا اَلْفًا مِّنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ ۝۶۵

ترجمہ: اے نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ! مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو۔ اگر تم میں بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو کافروں پر غالب رہیں گے۔ اور اگر سو (ایسے) ہوں گے تو ہزار پر غالب رہیں گے۔ اس لیے کہ کافر ایسے لوگ ہیں کہ کچھ بھی سمجھ نہیں رکھتے۔ (۶۵)

تشریح: اس آیت میں مؤمنوں کو جہاد کی ترغیب اور کافروں کی دس گنا تعداد پر فتح کو بیان کیا گیا ہے۔ اے پیغمبر صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ! مومنوں میں جہاد کا جذبہ پیدا کریں اور انھیں بتائیں کہ اگر تم میں سے بیس ثابت قدم مجاہدین دشمن سے لڑیں گے تو وہ دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں سے ایک سو لڑیں گے تو وہ ایک ہزار کافروں پر فتحیاب ہوں گے۔ اس لیے تمہارے اوپر لازم ہے کہ اگر کفار مسلمانوں سے دس گنا بھی ہوں تو تم ان کا مقابلہ کرو اور جنگ کرو کیوں کہ یہ وہ قوم ہے جو ایمان اور اللہ تعالیٰ کے بھروسے سے ناواقف ہے۔

آیت نمبر 66: اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِیْكُمْ ضَعْفًاؕ فَاِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ یَّغْلِبُوْا مِائَتَیْنِۚ وَ اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ یَّغْلِبُوْۤا اَلْفَیْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِؕ وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝۶۶

ترجمہ: اب اللہ نے تم پر سے بوجھ ہلکا کر دیا اور معلوم کر لیا کہ (ابھی) تم میں کسی قدر کمزوری ہے۔ پس اگر تم میں ایک سو ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب رہیں گے اور اگر ایک ہزار ہوں گے تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب رہیں گے اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کا مددگار ہے۔ (۶۶)

تشریح: اس آیت میں جنگ بدر میں دس گنا تعداد میں کمی کر کے صرف دو گنا پر فتح کا وعدہ بیان کیا گیا ہے۔ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ: (اے ایمان والو) مذکورہ حکم آپ کی طاقت اور صبر کے لحاظ سے کچھ مشکل ہے اور آپ میں کمزوری آ گئی ہے۔ لہٰذا جنگ کا جو اصول تھوڑی سی تخفیف سے طے کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر تم میں سے ایک سو ثابت قدم مجاہد ہوں گے تو دو سو دشمنوں پر غالب ہوں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار لڑاکو جودھا ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دو ہزار دشمنوں پر فاتح ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ثابت قدم رہنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

آیت نمبر 67-68: مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾

ترجمہ: پیغمبر کو شایاں نہیں کہ اس کے قبضے میں قیدی رہیں جب تک (کافروں کو قتل کر کے) زمین میں کثرت سے خون نہ بہادے۔ تم لوگ دنیا کے مال کے طالب ہو اور اللہ آخرت (کی بھلائی) چاہتا ہے اور اللہ غالب ہے حکمت والا ہے۔(۶۷) اگر اللہ کا حکم پہلے نہ ہو چکا ہوتا تو جو (فدیہ) تم نے لیا ہے اس کے بدلے تم پر بڑا عذاب نازل ہوتا۔(۶۸)

تشریح: ان آیات میں جنگ بدر کے قیدیوں کے بارے میں حکم بیان کیا گیا ہے۔ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ: جنگ بدر کا نتیجہ اس طرح ظاہر ہوا کہ قریش کے ستر سردار مارے گئے اور ستر قیدی بن کر مسلمانوں کے قبضے میں آگئے۔ جب ان کو حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے سامنے لایا گیا تو آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورے کے مطابق آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے ان کو فدیہ پر رہا کرنے کا فیصلہ کیا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے ناراضگی کا اظہار کیا۔ قرآن مجید میں ہے:

کسی پیغمبر کے لیے یہ مناسب نہیں کہ جب اس کو جنگی قیدی ملیں تو انھیں خون میں لت پت کیے بغیر چھوڑ دے۔ تم (مومن) پیسے اور دنیا کے سازوسامان کی طلب رکھتے ہو، جب کہ اللہ تعالیٰ تمھاری آخرت کو سنوارنے کا ارادہ رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام: جنگی قیدیوں کے حقوق اور آزادی پر مذاکرہ کے بعد نکات تحریر کروائیے۔

آیت نمبر 69: فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۹﴾

ترجمہ: اب جو مال غنیمت تمھیں ملا ہے اسے کھاؤ (کہ وہ تمھارے لیے حلال طیب ہے) اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(۶۹)

تشریح: اس آیت میں مال غنیمت کے متعلق حکم بیان کیا گیا ہے۔ اے مومنو! جو ہوا سو ہوا، اب تمھیں جو کچھ بھی مال غنیمت میں ملا اسے حلال اور پاکیزہ سمجھ کر استعمال کرو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچو۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. درج ذیل آیات میں سے کسی بھی ایک آیت کا ترجمہ و تشریح لکھیے۔

(الف) يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ

(ب) مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. جہاد کی ترغیب کا کیا طریقہ ہے؟
2. فدیے سے کیا مراد ہے؟
3. مومنوں کو جہاد میں دشمن پر فتح حاصل کرنے کے لیے کتنی تعداد کی ضرورت تھی؟

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. مومنوں کو اکسانے کے لیے نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کو حکم دیا گیا:

(الف) کسی سفر کا (ب) جہاد کا

(ج) تجارت کا (د) ہنر کا

2. مومنوں سے دشمنوں کی تعداد پر فتح کا پہلا وعدہ تھا:

(الف) برابری پر (ب) دگنی پر

(ج) دس گنا پر (د) تین گنا پر

3. جنگی قیدیوں کے متعلق آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے مشورہ کیا:

(الف) قیدیوں سے (ب) قریش سے

(ج) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے (د) مخالف کمانڈر سے

آیت نمبر 70-71: يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْۤ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَ اِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

ترجمہ: اے پیغمبر صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ جو قیدی تمھارے قبضے میں (یعنی گرفتار) ہیں ان سے کہہ دو کہ اگر اللہ تمھارے دلوں میں نیکی معلوم کرے گا تو جو مال تم سے چھن گیا ہے اس سے بہتر تمھیں عنایت فرمائے گا اور تمھارے گناہ بھی معاف کر دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (۷۰) اور اگر یہ لوگ تم سے دغا کرنا چاہیں گے تو یہ پہلے ہی اللہ سے دغا کر چکے ہیں تو اس نے ان کو تمھارے قبضے میں کر دیا۔ اور اللہ دانا ہے حکمت والا ہے۔ (۷۱)

تشریح: ان آیات میں اللہ تعالیٰ کا، سیدنا رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے ذریعے قیدیوں سے خطاب اور کفار کی طرف سے خیانت کی صورت میں حکم بیان کیا گیا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ: اے پیغمبر! جو قیدی آپ کے قبضے میں ہیں ان کو تسلی دیں کہ اللہ تعالیٰ نے اگر تم میں کوئی بھلائی دیکھی تو تمھیں لیے گئے فدیے سے بہتر کوئی چیز نصیب ہوگی اور معاف کر دیا جائے گا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے، اور اگر اے نبی! وہ تم سے خیانت کرنا چاہتے ہیں تو وہ پہلے بھی اللہ تعالیٰ سے خیانت کر چکے ہیں جس کے نتیجے میں اس نے تمھیں ان پر غالب کر دیا اور وہ تمھارے قابو میں آ گئے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام: طلبہ و طالبات کو غمگین کو تسلی دینے کے سماجی فوائد کی وضاحت کیجیے۔

آیت نمبر 72: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْۤا اُولٰٓىِٕكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَ اِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے لڑے۔ وہ اور جنھوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی وہ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور جو لوگ

ایمان تو لے آئے لیکن ہجرت نہیں کی تو جب تک وہ ہجرت نہ کریں تم کو ان کی رفاقت سے کچھ سروکار نہیں۔ اور اگر وہ تم سے دین (کے معاملات) میں مدد طلب کریں تو تم کو مدد کرنی لازم ہے۔ مگر ان لوگوں کے مقابلے میں کہ تم میں اور ان میں (صلح کا) عہد ہو (مدد نہیں کرنی چاہیے) اور اللہ تمھارے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے۔ (۷۲)

تشریح: اس آیت میں مسلمانوں کے ہجرت، نصرت اور دارالحرب کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا: جو لوگ ایمان لائے اور مسلمان ہوئے پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کیا، یعنی مہاجر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور جنھوں نے ان کو اپنے گھروں میں پناہ دی یعنی انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ دونوں ایک دوسرے کے دوست اور وارث ہیں، اس حکم کے نتیجے میں مہاجر اپنے بھائی انصاری کے وارث ہوئے۔ اور جو لوگ ایمان لائے لیکن ابھی ہجرت نہیں کی تو وہ تم مسلمانوں کے وارث نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ ہجرت نہ کرلیں اور نہ تم ان کے وارث ہو سکتے ہو لیکن اگر وہ تم سے دین کے معاملے میں مدد طلب کریں تو ان کی مدد کرنا تم پر فرض ہے۔ ہاں، جن قوموں سے تم نے معاہدہ کیا ہے تو تم ان کی مخالفت میں اپنے مسلمانوں کی مدد نہیں کرو گے، اور اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام: طلبہ ہجرت مدینہ کے بعد اہل ایمان کی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوئے اس کی وضاحت کیجیے۔

آیت نمبر 73: وَالَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ ؕ اِلَّا تَفۡعَلُوۡهُ تَكُنۡ فِتۡنَةٌ فِی الۡاَرۡضِ وَفَسَادٌ كَبِیۡرٌ ﴿۷۳﴾

ترجمہ: اور جو لوگ کافر ہیں (وہ بھی) ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ تو (مومنو!) اگر تم یہ (کام) نہ کرو گے تو ملک میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور بڑا فساد مچے گا۔

تشریح: اس آیت میں کفار کی باہمی دوستی اور ان سے جنگ کا ذکر ہے۔ جو لوگ کافر ہیں ان کا آپ سے تعلق ختم ہو گیا ہے، اب وہ ایک دوسرے کے وارث ہیں اور ایک دوسرے کے وارث ہو سکتے ہیں لیکن ان کا تم سے نصرت کا کوئی تعلق نہیں اے مسلمانو! اگر تم نے ان کے ساتھ قطع تعلق اور مومنوں کے ساتھ دوستی کے اصولوں پر عمل نہ کیا تو ملک میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہو جائے گا۔

آیت نمبر 74-75: وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَهَاجَرُوۡا وَجٰهَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَالَّذِیۡنَ اٰوَوۡا وَّنَصَرُوۡۤا اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ حَقًّا ؕ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّرِزۡقٌ كَرِیۡمٌ ﴿۷۴﴾ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡۢ بَعۡدُ وَهَاجَرُوۡا وَجٰهَدُوۡا مَعَكُمۡ فَاُولٰٓئِكَ مِنۡكُمۡ ؕ وَاُولُوا الۡاَرۡحَامِ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلٰى بِبَعۡضٍ فِیۡ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴿۷۵﴾

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے اور جنھوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی، یہی لوگ سچے مومن ہیں ان کے لیے (اللہ کے ہاں) بخشش اور عزت کی روزی ہے۔(۷۴) اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور تمھارے ساتھ ہو کر جہاد کرتے رہے وہ بھی تم ہی میں سے ہیں اور رشتہ دار اللہ کے حکم کی رو سے ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں، کچھ شک نہیں کہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔(۷۵)

تشریح: ان آیات میں ہجرت، جہاد، فتح، بشارت اور مہاجر و انصار کے فضائل بیان ہوئے ہیں۔ وہ مؤمن جنھوں نے ایمان کے ساتھ ہجرت کی اور جانی و مالی جہاد کیا اور وہ انصار جنھوں نے ان کو جگہ دی اور ان کی ہر طرح سے مدد کی، یہ دونوں جماعتیں سچے اور حقیقی مومن ہیں۔ ان کے لیے بخشش اور بہترین رزق تیار ہے۔ ان پہلے ایمان لانے والوں کے بعد جو لوگ بعد ایمان لائے اور ہجرت کی اور آپ کے ساتھ جہاد میں شامل ہوئے وہ بھی آپ کے بھائی ہیں اور تمام مومن مسلمان جو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کا رویہ رکھتے ہیں وہ اللہ کے نزدیک نیک اور بہترین لوگ ہیں۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا ہے۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے

1. درج ذیل آیات میں سے کسی بھی ایک آیت کا ترجمہ و تشریح لکھیے۔

(الف) يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْۤ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

(ب) وَ اِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. اس سبق میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال کی ان آیات میں قیدیوں کے متعلق کیا ارشاد فرمایا ہے؟
2. مہاجر اصحاب سے مراد کون سے صحابی ہیں؟
3. مومنوں اور کفار کا ایک دوسرے کے وارث بننے کے کیا اصول ہیں؟

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے

1. بدر کے قیدیوں میں سے اکثر قیدیوں کو فدیے کے بدلے ملی:

(الف) آزادی (ب) غلامی

(ج) بخشش (د) مالی مدد

2. "اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ" سے مراد ہے:

(الف) مہاجر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (ب) انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

(ج) عشرہ مبشرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (د) السابقون الاولون صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

3. 'وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا' سے مراد ہے:

(الف) مسلمان (ب) مومن

(ج) انصار (د) مہاجر

حدیث کی حفاظت، تدوین اور حجیت

حاصلات تعلم

(قرآن مجید اور سنت کی روشنی میں)

- حدیث کے لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کر سکیں۔
- احادیث کی شرعی حیثیت اور سند کی وضاحت کر سکیں۔
- حدیث و سنت کے تحفظ کی وضاحت کر سکیں۔
- احادیث کے مجموعہ، تدوین اور اس کے تین ادوار کو سمجھ کر بیان کر سکیں۔
- صحاح ستہ، اصول اربعہ اور اس کے مصنفین کے نام جان کر بیان کر سکیں۔
- حدیث کی اقسام اور ان کے احکام بیان کر سکیں۔

حدیث کا مفہوم: حدیث کے لغوی معنی خبر اور گفتگو کے ہیں۔ حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے قول، فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔ اور حدیث کو 'وحی غیر متلو'، 'خبر'، 'اثر' اور 'سنت' بھی کہا جاتا ہے۔ جب کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ سے لے کر آخر تک وہ لوگ جنھوں نے حدیثیں بیان کیں انھیں 'راوی' اور اس طرح حدیث بیان کرنے کو 'روایت حدیث' کہا جاتا ہے۔

سنت: 'سنت' کے لغوی معنی 'عادت'، 'طریقہ' اور 'راستہ' ہیں۔ اصطلاح میں حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی زندگی گزارنے کی ہر وہ ادا جو کسی قول، فعل، تقریر یا صفت کی صورت میں ہو، جس سے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی زندگی گزارنے کے عمل اور انداز کا علم ملے، اسے 'سنت' کہا جاتا ہے۔ اس سنت کو قرآن کریم نے 'اُسوۂ حَسَنہ' سے بیان کیا ہے۔

حدیث کی شرعی حیثیت اور حجیت: اسلامی شریعت میں کسی بھی مسئلے کا حکم چار ماخذ / مصادر سے معلوم کیا جاتا ہے، وہ چار یہ ہیں: قرآن، سنت، اجماع اور قیاس۔ حدیث و سنت کو بنیادی ماخذ میں دوسرا درجہ حاصل ہے۔ پوری امت اس بات پر متفق ہے کہ حدیث نبوی کی پیروی واجب ہے اور اس کی خلاف ورزی حرام ہے۔ جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے خود دیا ہے۔

ترجمہ: اور جو کچھ تمھیں پیغبر دے اسے لے لو اور جس سے تمھیں روکے اسے چھوڑ دو اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ (سورۃ الحشر آیت :7)

اس آیت مبارکہ میں حضور کریم صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے تمام احکام اور تعلیمات کو ماننے اور منع کردہ چیزوں سے بچنے کا امت کے لیے واضح حکم ہے۔ کیوں کہ ہر امت پر اپنے نبی کے حکم کی پیروی لازم ہے۔

اسلام میں حدیث اور سنت کو بہت اہمیت حاصل ہے، در حقیقت حدیث اور سنت ہی قرآنی احکام کو واضح کرتی ہیں۔ قرآن کریم کے بہت سے احکام ہیں، جن کی تشریح، تفسیر اور نفاذ سیدنا نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے سمجھانے کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ مثلاً: نماز کی رکعتوں کی تعداد، زکوٰۃ کا نصاب وغیرہ صرف حدیث و سنت سے ہی معلوم ہوتا ہے۔

حفاظتِ حدیث: قرآن مجید میں دین کی تمام بنیادی تعلیمات موجود ہیں۔ نبوت کے بابرکت دور میں لوگوں نے اس کا ایک ایک لفظ زبانی یاد کیا اور احتیاط کے طور پر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے کاتبین وحی کے ذریعے محفوظ کروایا۔ جب کہ حدیث شریف میں اسلامی شریعت کے تمام اعتقادی اور عملی مسائل کی تفصیل موجود ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کا قولی حصہ زبانی حفظ کر لیا اور اس کے عملی حصے کو اپنے عمل سے محفوظ کیا۔

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے بہت سے مواقع پر ضروری احکام اور ہدایات تحریر کروائیں، جن کا ذکر احادیث کی معتبر کتابوں میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ مختلف قبائل کے لیے تحریری ہدایات، خطوط کے جوابات، مدینے کی مردم شماری کے کاغذات، اس وقت کے بادشاہوں اور سرداروں کو بھیجے گئے اسلام لانے کے دعوت نامے، امن و امان نامے اور اس طرح کی بہت سی تحریریں تھیں جو حضور کریم صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے مختلف مواقع پر لکھوائیں تھیں۔ جنگ بدر کے بعد بہت سے مسلمانوں نے مدینہ میں لکھنا سیکھ لیا۔ اس کے بعد حدیث لکھنے کا سلسلہ جاری ہوگیا، اگرچہ اسلام سے پہلے عرب ان پڑھ قوم تھی۔ ان میں کسی قسم کا تعلیمی رواج نہیں تھا، لیکن ایمان اور اسلام کی برکت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں دل چسپی پیدا ہوئی، ان میں سے بہت سے لوگ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی زبان مبارک سے جو کچھ سنتے اسے لکھ لیتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے دور مبارک میں احادیث کو حفظ کرنے اور جمع کرنے کا بہت شوق رکھتے تھے۔ ان کے اس جذبہ کے سامنے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا فرمان تھا کہ "اللہ تعالیٰ اس شخص کو سلامت رکھے جس نے میری حدیث کو یاد کیا اور اسے اسی انداز میں دوسرے لوگوں تک بھی پہنچایا۔" (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

تدوینِ حدیث کا پہلا دور اسلام کے ابتدائی دور میں عربوں میں پڑھنے لکھنے کا رواج نہیں تھا آٹے میں نمک کے برابر لوگ پڑھنے لکھنے کے فن سے آشنا تھے۔ جو مسلمان ہوئے، ان میں سے بعض صحابہ کرام سے وقتاً فوقتاً قرآن کریم کی نازل ہونے والی آیات لکھوانے کا کام لیا جاتا تھا۔ اس وقت آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی حدیث کے متعلق زبانی روایت (نقل) اور حافظے کی قوت استعمال ہوتی تھی۔

جب ہم احادیث کے مجموعہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں دو قسم کی احادیث ملتی ہیں۔ ایک وہ قسم ہے جس میں حضور کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے حدیث لکھنے سے منع فرمایا ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جس میں نہ صرف اجازت دی گئی بلکہ خود حضور کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے حکم سے تحریری احکام و فرمان بھی پائے جاتے ہیں۔

اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ابتدا میں حدیث لکھنے کی ممانعت کا حکم بہت سی مصلحتوں اور حکمتوں کے تحت تھا۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ لکھنے کا رواج عام نہیں تھا، اس لیے حدیث کو حفظ کرنے پر زور دیا گیا تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ فائدہ اٹھا سکیں اور ان کا حافظہ ضایع ہونے کی بجائے ترقی کر سکے۔

دوسرا مقصد یہ تھا کہ قرآن کریم کی طرف زیادہ توجہ دی جائے تاکہ وہ دلوں میں جگہ بنا لے۔

اس کی وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ قرآن کریم کے لکھنے کے ساتھ ساتھ احادیث کے لکھنے کی ممانعت کی گئی۔ تاکہ دونوں کے حروف آپس میں مل نہ جائیں۔ چونکہ فنِ کتابت نے ترقی نہیں کی تھی اور یہ فن چند لوگوں ہی میں تھا اس لیے قرآن اور حدیث کے الفاظ کی آپس میں مل جانے کا خطرہ تھا۔ حضور کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''قرآن مجید کے علاوہ جو کچھ تم مجھ سے سنو اسے نہ لکھو، جس شخص نے قرآن مجید کے علاوہ اور کچھ لکھا ہے وہ اسے مِٹا دے۔''

(صحیح مسلم، ابو سعید خدری کی روایت سے)

البتہ مذکورہ بالا مصالح کے مطابق یہ پابندی عارضی تھی، جب حالات سازگار ہوئے تو رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے حدیث لکھنے کی اجازت دے دی۔ اس کی کچھ مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پہلے صرف حدیث کے حفظ کے قائل تھے۔ لیکن بعد میں آپ نے اپنی روایت کردہ تمام احادیث کو تحریری طور پر محفوظ کر لیا تھا، آپ کو جب بھی کسی قسم کا شک ہوتا تو اس کی تصدیق اس مجموعے سے کرتے تھے۔ حضرت عمرو بن اُمیہ کا بیان ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک حدیث پر بات ہوئی تو آپ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور احادیث کا وہ مجموعہ دکھایا اور فرمایا: ''دیکھو! یہ حدیث میرے پاس لکھی ہوئی ہے۔'' بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اُن احادیث کے ذاتی ذخیرے کے علاوہ، حضور کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے معاہدات، صلح نامے، فرامین اور خطوط کو بھی تحریری طور پر محفوظ کیا گیا تھا۔ مثال کے طور پر صلح حدیبیہ کا معاہدہ اور مصر، روم اور ایران کے بادشاہوں کو لکھے گئے خطوط یا وہ خطبہ جو حضور کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فتح مکہ کے بعد دیا تھا اور ابو شاہ یمنی کی درخواست پر اسے لکھوا کے دیا تھا۔ اس طرح جب یمن کے گورنر عمرو بن حزم کو

عہدے کے لیے نامزد کیا گیا تو اس کو ایک تحریر لکھوا کر دی تھی جس میں واجبات، صدقہ، طلاق اور نماز وغیرہ کے متعلق ضروری احکام درج تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین کے زمانے میں عموماً حدیث کے حفظ پر بہت زیادہ توجہ دی گئی۔ اس لیے بہت سے لوگوں نے اپنی انفرادی کوششوں سے حدیث کے مسودے لکھنے شروع کر دیے۔ یہ دور پہلی صدی ہجری کے آخر تک جاری رہا۔

حدیث کی تدوین کا دوسرا دور: یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دور تھا، دوسرا دور اس وقت شروع ہوا جب ۹۹ ہجری میں حضرت عمر بن عبد العزیز کو خلیفہ مقرر کیا گیا۔ اس وقت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وفات پا چکے تھے۔ اعلیٰ درجے کے تابعین بھی جا چکے تھے۔ چنانچہ آپ نے حدیث کی حفاظت کی نیت سے تمام شہروں کے گورنروں کو حکم جاری کیا کہ وہ احادیث نبوی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کو تلاش کریں اور جمع کریں اور یہ حکم بھی جاری فرمایا کہ احادیث کے ساتھ آثارِ خلفائے راشدین کو بھی جمع کیا جائے تاکہ احکام شریعت پر عمل کرنے کی مثالیں جمع ہوں۔

ان کے جاری کردہ احکام کے اچھے نتائج برآمد ہوئے اور جن لوگوں پر اس کا اثر نمودار ہوا، اُن میں سے مشہور عالم محمد بن مسلم بن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۲۴ھ) بھی ایک تھے۔ اس بزرگ نے دن رات محنت کر کے احادیث کی ایک کتاب مرتب کی جس کے متعدد نقوش حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف شہروں میں بھجوائے۔ اس کے علاوہ مدینہ منورہ میں سعید بن المسیب، کوفہ میں امام شعبی اور شام میں مکحول جیسے علماء موجود تھے۔ انہوں نے احادیث کی تدوین (جمع و اشاعت) میں بڑا کردار ادا کیا۔ اس کے بعد ان کے شاگردوں نے اس کام کو وسعت دی۔ پھر پوری اسلامی دنیا میں احادیث کے مطالعے، فقہی ترتیب اور جمع کے کام پر توجہ دی گئی۔ اس کی وجہ سے بہت سی ضخیم اور مستند احادیث کی کتابیں تالیف ہوئیں، جن میں 'صحاح ستہ' زیادہ مشہور ہیں، جو اسلامی دنیا میں ایک عرصے سے نصابی کتب کے طور پر پڑھے اور پڑھائے جا رہے ہیں اور اُن کی شروحات، حاشیہ، وضاحات اور تشریحات میں ہر دور میں بے مثال خدمات انجام دی گئی ہیں۔

تدوین حدیث کا تیسرا دور: تیسری صدی ہجری میں علم حدیث کا ایک شعبہ مکمل ہوا۔ محدثین کرام، حدیث کی تلاش کے لیے عالم اسلام کے کونے کونے میں گئے اور بکھری ہوئی روایات کو اکٹھا کیا اور صحیح حدیث کو الگ سے جمع کیا۔ اسماء رجال، جرح اور تعدیل کا مستقل فن تشکیل پایا۔ اس دور میں حدیث کے فن میں 'صحاح ستہ' جیسی بہت سی کتابیں تصنیف کی گئیں، حدیث کی چھ کتابوں کو **'صحاحِ ستہ'** کہا جاتا ہے اور ان کے مصنفین کی فہرست درج ذیل ہے:

کتاب	مصنف	ولادت	وفات
صحیح بخاری	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری	۱۹۴ ہجری	۲۵۶ ہجری
صحیح مسلم	امام مسلم بن حجاج بن مسلم قشیری	۲۰۶ ہجری	۲۶۱ ہجری

جامع ترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی	۲۰۹ ہجری	۲۷۹ ہجری
سُنن ابی داؤد	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی	۲۰۲ ہجری	۲۷۵ ہجری
سُنن نسائی	امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی نسائی	۲۱۵ ہجری	۳۰۳ ہجری
سُنن ابن ماجہ	امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ قزوینی	۲۰۹ ہجری	۲۷۳ ہجری

اصول اربعہ: فقہ جعفریہ کی چار مستند احادیث کی کتابوں کو 'اصول اربعہ' کہتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

کتاب	مصنف	ولادت	وفات
الکافی	ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی	۲۵۰ ہجری	۳۲۹ ہجری
من لایحضرہ الفقیہ	ابو جعفر محمد علی بن بابویہ قمی	۳۰۶ ہجری	۳۸۱ ہجری
الاستبصار	ابو جعفر محمد بن حسن طوسی	۳۸۵ ہجری	۴۶۰ ہجری
تہذیب الاحکام	ابو جعفر محمد بن حسن طوسی	۳۸۵ ہجری	۴۶۰ ہجری

حدیث کی اقسام اور ان کے احکام

حدیث متواترہ: وہ حدیث جسے ہر دور میں اتنے لوگ تواتر سے روایت کرتے ہوں کہ عقلی طور پر اُن کا جھوٹ پر متفق ہونا ناممکن ہو۔

خبر واحد اور اس کی اقسام:

حدیث مشہور: وہ حدیث جسے تواتر کی حد سے کچھ کم لوگوں نے ہر دور میں روایت کیا ہو۔ لیکن وہ دو سے زیادہ ہوں۔

حدیث عزیز: وہ حدیث جس کے راوی کسی بھی دور میں دو سے کم نہ ہوں۔ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ، حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ یہ حدیث عزیز کی مثال ہے۔

حدیث غریب: وہ حدیث جسے کسی زمانے میں صرف ایک راوی نے روایت کیا ہو۔ حدیث مشہور، حدیث عزیز اور حدیث غریب کو خبر واحد بھی کہا جاتا ہے۔

حدیث صحیح: ایسی حدیث جس کی سند حضور اکرم صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ تک متصل ہو اور ہر دور میں عادل اور مضبوط حافظے والے لوگوں نے روایت کی ہو، اور وہ حدیث روایت کی کمزوریوں سے محفوظ ہو۔

حدیث حسن: وہ حدیث جس کی سند متصل ہو اور اس کے راوی عادل ہوں لیکن اُن میں سے کسی ایک کا حافظہ صحیح حدیث کے درجے سے کچھ کم ہو۔

حدیث مرسل: وہ حدیث جس کی سند کے آخر سے کوئی ایک راوی نہ ہو۔

حدیث ضعیف: وہ حدیث جس میں حدیث حسن کی صفات میں سے کوئی صفت نہ ہو۔ حدیث ضعیف کی کئی قسمیں ہیں۔

حدیث موضوع: ایسی حدیث جسے راوی اپنی طرف سے بنا کر حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف منسوب کرے۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. حدیث کی کسی بھی تین اقسام کی وصف تحریر کیجیے۔
2. حدیث کی شرعی حیثیت اور حجت بیان کیجیے۔
3. تدوین حدیث تفصیل سے بیان کیجیے۔

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. حدیث کے لغوی اور اصطلاحی معنٰی لکھیے۔
2. سنت کا مفہوم بیان کیجیے۔
3. حدیث کی شرعی حیثیت کیا ہے؟
4. اصول اربعہ اور ان کے مصنفین کے نام تحریر کیجیے۔
5. صحاحِ ستہ اور ان کے مصنفین کے نام تحریر کیجیے۔

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. اثر اور سنت ہم معنی الفاظ ہیں:

(الف) قرآن کے (ب) الہام کے

(ج) وحی کے (د) حدیث کے

2. اسلام کا دوسرا ماخذ ہے:

(الف) قرآن (ب) سنت

(ج) اجماع (د) قیاس

3. حدیث کی کتاب 'صحیفہ صادقہ' کو جمع کیا:

(الف) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے
(ب) حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے
(ج) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہانے
(د) حضرت انس رضی اللہ عنہ نے

4. اصول اربعہ حدیث کی چار مستند ترین کتاب ہیں:

(الف) فقہ جعفریہ کی
(ب) فقہ حنفیہ کی
(ج) فقہ مالکیہ کی
(د) فقہ شافعیہ کی

ہدایات برائے اساتذہ کرام

طلباء وطالبات کو سبق میں مذکور احادیث کی اقسام اور ان کے حکم کی وضاحت کیجیے۔

حدیث 1 تا 5

حدیث نمبر 1: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مَا نَوَى۔ (صحیح بخاری:۱)

ترجمہ: بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی۔

تشریح: اس حدیث میں اسلام کے بنیادی تقاضوں یعنی قول، فعل، ظاہری اور باطنی حالات میں سچی نیت کا ہونا لازم قرار دیا گیا ہے۔ 'نیت' دل کے ارادے کو کہا جاتا ہے۔ اس حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر شخص کو اجر و ثواب اس وقت ملے گا جب کوئی بھی عمل اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اور خالص نیت سے کیا جائے۔

حدیث نمبر 2: إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ حُسْنَ الْأَخْلَاقِ۔ (موطا امام مالک:۸)

ترجمہ: مجھے حسن اخلاق کو کمال تک پہنچانے کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔

تشریح: اس حدیث میں حسن اخلاق کی فضیلت اور اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔ اسلام میں حسن اخلاق کی بہت اہمیت ہے۔ حضور کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ کی بعثت کا ایک مقصد امت کے اچھے اخلاق کی تکمیل بھی بتایا گیا ہے۔ چنانچہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "میں لوگوں کو اعلیٰ اخلاق سے آراستہ کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں اور انھیں بہترین اخلاق کا مالک بناؤں، جنہیں وہ بھول گئے ہیں۔" جیسے: بہادری، مہمان نوازی، سچ بولنا، مظلوم کی مدد کرنا اور پناہ دینا وغیرہ۔

حدیث نمبر 3: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ۔ (الجامع الکبیر للسیوطی:۲۶۲۴)

ترجمہ: تم میں سے کوئی اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہشات میری شریعت کے تابع نہ ہو جائیں۔

تشریح: اس حدیث میں ہے کہ ایمان کی سعادت اور اس کی برکات کا دارومدار سیدنا نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ کی اطاعت کو قرار دیا گیا ہے۔ حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ سے مکمل محبت اور عقیدت کے بغیر کوئی بھی شخص مومن نہیں ہو سکتا، اسی طرح کوئی بھی شخص آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ کی لائی ہوئی تعلیمات پر

عمل کیے بغیر کامل مومن نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کامل مومن بننے کے لیے ضروری ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں سیدنا نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی تعلیمات پر مکمل عمل کیا جائے۔

حدیث نمبر 4: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ۔ (صحیح بخاری: ۱۳، صحیح مسلم: ۷۲)

ترجمہ: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

تشریح: اس حدیث میں اخوت اسلامی کے باہمی تعلق اور سلوک کے بارے میں ہدایات دی گئی ہیں۔ قرآن مجید اور حدیث مبارکہ کے مطابق تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اس لیے کوئی بھی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے دوسرے مومن بھائی کے بارے میں وہی خیالات اور فکر نہ رکھے جیسا کہ وہ اپنے بارے میں رکھتا ہے۔ جس نیکی اور بھلائی کا وہ اپنے آپ کو حقدار سمجھتا ہے، دوسرے مومن بھائی کو بھی اس کا حقدار سمجھے، جس قدر اسے خود برائی اور نقصان سے بچنے کی ضرورت ہے، دوسرے مومن بھائی کو بھی اس کا ضرورت مند سمجھے۔ یہ اسلام کا واحد اصول ہے جو ہمدردی، خیر خواہی اور باہمی محبت کا سرچشمہ ہے۔ ایسا کرنے سے ہر فرد میں دوسرے کے لیے خیر خواہی اور معاشرے میں محبت اور اطمینان کا رجحان پیدا ہوتا ہے۔

حدیث نمبر 5: اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَخُونُهُ وَلَا يَكْذِبُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ عِرْضُهُ وَمَالُهُ وَدَمُهُ، اَلتَّقْوٰى هَاهُنَا، بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ۔ (سنن ترمذی: ۱۹۱۱۷)

ترجمہ: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس سے خیانت نہیں کرتا، اس سے جھوٹ نہیں بولتا اور اس کی تذلیل نہیں کرتا، ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کی عزت، مال اور جان حرام ہے۔ تقویٰ یہاں (دل میں) ہوتا ہے۔ آدمی کا برا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔

تشریح: اس حدیث میں ایک دوسرے سے بغض و عداوت، نفرت، حسد، کینہ، بدگمانی اور بدکلامی سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔ مسلمان آپس میں دینی بھائی ہیں۔ جس طرح سگے بھائی ایک دوسرے کے لیے تعاون اور محبت کا ذریعہ ہوتے ہیں، اسی طرح ہر مسلمان کو اپنے دینی بھائی کے لیے بھی ہونا چاہیے۔ اسے کسی معاملے میں نہ دھوکا دے، نہ اس کا کوئی حق غصب کرے، نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑ دے۔ کیوں کہ کسی مسلمان کے ساتھ نامناسب سلوک کرنا، بغیر اجازت کسی کا مال غصب کرنا اور کسی کے قتل کرنے کی سازش کرنا، ناجائز اور حرام کام ہیں۔ ایسے کاموں سے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کا خوف دراصل دل میں ہوتا ہے، انسان

کے برے ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ کسی مسلمان کو رنگ، نسل، علم، عقیدے، کردار اور سمجھ کے اعتبار سے حقیر سمجھے، اس کی توہین کرے اور لوگوں کے سامنے اسے ذلیل کرے۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. درج ذیل احادیث میں سے کسی بھی ایک حدیث کا ترجمہ اور تشریح لکھیے۔

(الف) إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ حُسْنَ الأَخْلَاقِ

(ب) المسلِمُ أخو المسلِمِ، لا يَخونُه ولا يَكذِبُهُ ولا يَخذُلُه، كُلُّ المسلِمِ على المسلِمِ حرامٌ: عِرضُهُ ومالُهُ ودَمُهُ، التَّقوى هاهنا، بحسْبِ امرئٍ من الشرِّ أن يَحقِرَ أخاهُ المسلِمَ

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ کی تشریح کیجیے۔
2. کامل مومن ہونے کے لیے کون سے کام ضروری ہیں؟
3. مسلمان سے مسلمان کا رویہ کیسا ہونا چاہیے؟

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. لفظ 'نیت' کے معنی ہے:

(الف) دل سے ارادہ کرنا (ب) دعا پڑھنا

(ج) توجہ دینا (د) عمل کرنا

2. تقویٰ کی جگہ ہے:

(الف) دماغ (ب) بدن

(ج) دل (د) روح

3. حدیث کے مطابق "جو خود کے لیے پسند کرتے ہو اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی پسند کرو" وہ:

(الف) اس سے کم ہو (ب) اس جیسا ہو

(ج) اس سے زیادہ ہو (د) بالکل نہ ہو

حدیث نمبر 6: مَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ۔ (المعجم الاوسط للطبرانی:۵۰۹۴)

ترجمہ: جو میانہ وری اختیار کرے گا وہ کبھی محتاج نہیں ہو گا۔

تشریح اس حدیث مبارکہ میں میانہ وری کے بارے میں تاکید کی گئی ہے۔ انسان کو معاشی زندگی کا راز بتایا گیا ہے کہ جو شخص معاشی پریشانیوں سے بچنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے اخراجات کو اعتدال میں رکھے اور اپنی آمدنی کو اس طرح استعمال کرے کہ اس کے اخراجات پورے ہوں، اسی میں نہ وہ بخل کرے اور نہ اسراف۔ اس لیے فرمایا کہ وہ شخص جو میانہ وری کی زندگی بسر کرے گا وہ کبھی محتاج نہیں ہو گا۔

حدیث نمبر 7: مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ، وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي۔ (بخاری:۷۱، ترمذی:۲۶۴۵)

ترجمہ: اللہ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔ اور بے شک میں (حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ) تقسیم کرنے والا ہوں، اور اللہ تعالیٰ مجھے عطا کرنے والا ہے۔

تشریح اس حدیث مبارکہ میں علم اور حکمت کے فضائل بیان کیے گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس بندے کے ساتھ خیر خواہی اور اچھائی کرنا چاہتا ہے اسے دین سمجھنے کی توفیق عطا کرتا ہے۔ حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے اپنے آپ کو علم، حکمت اور نیکی کا تقسیم کرنے والا بیان کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ علم، حکمت اور ہر قسم کی بھلائی عطا کرتا ہے اور میں اسے لوگوں میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

حدیث نمبر 8: مَنْ اَحْيَا سُنَّتِي فَقَدْ اَحَبَّنِي، وَمَنْ اَحَبَّنِي كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ۔ (المعجم الاوسط للطبرانی:۹۴۳۹)

ترجمہ: جس نے میری سنت کو زندہ رکھا اس نے مجھ سے سچی محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا۔

تشریح اس حدیث میں سنّت کو زندہ رکھنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ایک دوسری حدیث کے مطابق فساد کے وقت جو شخص سنّت پر عمل کرتے ہوئے اسے زندہ کرے گا، اُس کے لیے شہید کے برابر اجر کا وعدہ کیا گیا ہے۔ احیاء سنّت کو حضور کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی محبت اور جنت میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی قربت کا سبب بیان کیا گیا ہے۔ اپنی روزمرہ کی زندگی میں مسواک کرنا، بیماروں کی عیادت کرنا، والدین کی خدمت کرنا، مظلوموں کی مدد کرنا، نیکی کی تاکید کرنا اور برائی سے روکنا وغیرہ جیسی سنتوں کو اپنانے سے انسان اجر و ثواب حاصل کرنے کے ساتھ سنت کو زندہ رکھنے والا بھی بن سکتا ہے۔

حدیث نمبر 9: لَیْسَ الشَّدِیدُ بِالصُّرَعَةِ؛ إِنَّمَا الشَّدِیدُ الَّذِی یَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ۔ (صحیح بخاری: ۶۱۱۴)

ترجمہ: کشتی دوسرے کو پچھاڑنے میں نہیں ہوتی بلکہ اصل پہلوان وہ ہے جو غصے میں اپنے آپ پر قابو رکھے۔

تشریح: اس حدیث میں ضبط نفس اور عفو و درگزر کی ترغیب بیان کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ انسان کی حقیقی حریف اور مد مقابل اس کی خواہش نفس ہے، جو غصہ کے دوران انسان کو بے قابو کر دیتی ہے، ایسی حالت میں جو انسان اپنی خواہشات پر غالب آجاتا ہے اسے اس حدیث میں حقیقی پہلوان قرار دیا گیا ہے۔ کیوں کہ دنیا کی پہلوانی کا فائدہ عارضی ہے جب کہ اپنے نفس کو قابو میں رکھنے کا فائدہ آخرت میں بھی انسان کو ملے گا۔ اس لیے غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھنا چاہیے اور غصے کی بجائے درگزر اور معافی کو ترجیح دینی چاہیے۔

حدیث نمبر 10: مَنْ أَحَبَّ أَنْ یُبْسَطَ لَهُ فِی رِزْقِهِ، وَأَنْ یُنْسَأَ لَهُ فِی أَثَرِهِ فَلْیَصِلْ رَحِمَهُ۔ (صحیح بخاری:۵۹۸۶)

ترجمہ: جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کا رزق بڑھے اور اس کی عمر بڑھے اسے چاہیے کہ اپنے رشتے داروں سے اچھا سلوک کرے۔

تشریح: اس حدیث میں صلہ رحمی کے چند دنیوی فائدے اور برکات بیان کی گئی ہیں۔ انسان ہمیشہ سے دو چیزوں کا حریص رہا ہے۔ ایک دولت، دوسری عمر۔ اس حدیث مبارکہ میں ان دونوں چیزوں کے لیے ایک نسخہ بتایا گیا ہے، وہ ہے رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا، جو اسلام میں سب سے اہم عبادت ہے اور جس کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ صلہ رحمی کا مطلب ہے اپنے رشتے داروں کی مدد اور ہمدردی کرنا، خوشی و غمی میں ان کے ساتھ شریک رہنا، ضرورت کے وقت ان کی خبر گیری اور مدد کرنا اور آپس میں تعلق برقرار رکھنے کے لیے دعا سلام کرنا وغیرہ۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. درجہ ذیل احادیث میں سے کسی بھی ایک حدیث کا ترجمہ اور تشریح لکھیے۔

(الف) مَن يُّرِدِ اللهُ به خَيْرًا يُفقه في الدِّين، وإنَّما أنا قاسِمٌ وَاللهُ يُعْطِي

(ب) لَيْسَ الشَّدِيدُ بالصُّرَعَةِ؛ إنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. میانہ روی کا کیا مطلب ہے اور اس کے فوائد کیا ہیں؟
2. دین کی سمجھ سے کیا مراد ہے؟
3. صلۂ رحمی کا مطلب اور فوائد بتائیے۔

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. میانہ روی کے لیے عربی لفظ استعمال ہوتا ہے:

(الف) انصاف (ب) ایمان

(ج) احسان (د) اقتصاد

2. حدیث کی روشنی مین رزق کی کشادگی کے لیے ذریعہ بیان کیا گیا ہے:

(الف) سچ بولنا (ب) صلۂ رحمی کرنا

(ج) بڑوں کا ادب کرنا (د) بچوں پر شفقت کرنا

3. احیاءِ سنت سے مراد ہے:

(الف) سنت کو ماننا (ب) سنت کو بیان کرنا

(ج) سنت پر عمل کرنا (د) سنت کو چھوڑنا

حدیث نمبر 11: اُنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِماً أَوْ مَظْلُوماً فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ أَنْصُرُهُ إِذَا كَانَ مَظْلُوماً أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ ظَالِماً كَيْفَ أَنْصُرُهُ؟ قَالَ: تَحْجُزُهُ أَوْ تَمْنَعُهُ مِنَ الظُّلْمِ فَإِنَّ ذٰلِكَ نَصْرُهُ۔ (بخاری:٦٩٥٢)

ترجمہ: اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب کوئی مظلوم ہو تو میں اس کی مدد کروں گا لیکن اگر وہ ظالم ہے تو اس کی مدد کیسے کروں؟ آپ نے فرمایا کہ تمھارا اسے ظلم سے روکنا بھی اس کی مدد ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ مسلمان چاہے مظلوم ہو یا ظالم، اس کی مدد کی جائے۔ مظلوم کی مدد اسے ظلم سے بچانا ہے اور ظالم کی مدد اسے ظلم سے روکنا ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اسے ظلم کی سزا ضرور ملے گی، اس اصول پر عمل کرنے سے ہمارا معاشرہ ظلم سے پاک ہو جائے گا۔

حدیث نمبر 12: لَا تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوا، وَلَا تُؤْمِنُوا حَتّٰى تَحَابُّوا، أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ۔ (مسلم:٥٤، ابوداود:٥١٩٣)

ترجمہ: تم اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک تم مومن نہ ہو جاؤ اور تم اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپس میں محبت کے ساتھ نہ چلو۔ کیا میں تمھیں وہ چیز نہ بتاؤں جس سے تم میں آپس میں محبت ہو جائے؟ آپس میں سلام کو عام کرو۔

تشریح: اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ سلام کرنا ایمانی برکات حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ سلام کرنا شعائرِ اسلام (اسلام کی نشانیوں) میں سے ہے اور سنت ہے۔ جب کہ اس کا جواب دینا واجب ہے۔ اس حدیث میں سلام کو عام کرنے اور معاشرے میں اس کے رواج دینے کو محبت اور الفت کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ سلام کو عام کرنا ایسی عبادت ہے جس سے ہمارا ایمان مضبوط ہو گا، ہم میں ایک دوسرے سے محبت بڑھے گی، اور پھر ہم جنت میں داخل ہونے کے اہل ہو جائیں گے۔

حدیث نمبر 13: عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ قُلْ لِي فِي الْإِسْلَامِ قَوْلًا لَا أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا غَيْرَكَ. قَالَ: قُلْ آمَنْتُ بِاللهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ۔ (مسلم:١٥٩۔٦٢۔٣٨)

ترجمہ: حضرت سفیان بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ سے عرض کیا: یارسول اللہ! اسلام کے بارے میں اس طرح بتائیے کہ مجھے کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: کہہ: میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور پھر اس پر مضبوطی سے قائم رہ۔

تشریح: اس حدیث میں ایمان اور اسلام کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔ اللہ کی ذات پر ایمان لانا اسلام کے بنیادی اصولوں میں پہلے درجے کی حیثیت رکھتا ہے، جو اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد موت تک اس پر قائم رہنے ہی میں کامیابی ہے۔ ایسے لوگوں کو قرآن مجید نے فرشتوں کے ذریعے بلاخوف زندگی گزارنے اور ایسے باغات کے حق دار ہونے کی بشارت دی ہے۔ جہاں ان کی مرضی اور خواہش کے مطابق ان کا استقبال کیا جائے گا۔

حدیث نمبر 14: مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ، وَإِنَّ نَبِيَّ اللهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ۔ (صحیح بخاری: ۲۰۷۳)

ترجمہ: تم میں سے کوئی بھی اس سے بہتر کھانا نہیں کھاتا جو وہ اپنے ہاتھ سے کماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی محنت سے کما کر کھاتے تھے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں اپنے ہاتھ کی محنت کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ہر شخص اپنے گزر بسر کے لیے کھانے پینے کا انتظام کرتا ہے لیکن اچھا اور بابرکت کھانا وہ ہے جو انسان اپنی محنت سے کما کر حاصل کرتا ہے۔ جس میں ہاتھ کی ہنرمندی یا ذہنی صلاحیت کا استعمال شامل ہے جسے عام محاورے میں پسینے کی کمائی بھی کہا جاتا ہے اور انسان اسے بڑی احتیاط کے ساتھ استعمال کرتا ہے۔ اپنی محنت کی کمائی سے کھانا بھی انبیاء کی سنت بھی ہے۔

حدیث نمبر 15: مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ وَالْجَهْلَ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ۔ (صحیح بخاری: ۱۹۰۳)

ترجمہ: جو شخص (روزہ کی حالت میں) جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا اور نافرمانی کرنا نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

تشریح: اس حدیث میں روزے کی حالت میں گناہوں سے پرہیز کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ روزے کا اصل مقصد گناہوں سے بچنا اور متقی بننا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص دن بھر کھانے پینے سے پرہیز کرتا ہے لیکن جھوٹ، چغل خوری، غیبت، بہتان بازی، گالم گلوچ اور فضول باتوں سے باز نہ آئے تو اسے روزے کا ثواب نہیں ملے گا۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. درج ذیل احادیث میں سے کسی بھی ایک حدیث کا ترجمہ اور تشریح لکھیے۔

(الف) عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنه قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ قُلْ لِي فِي الإِسْلاَمِ قَوْلاً لاَ أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا غَيْرَكَ. قَالَ: قُلْ آمَنْتُ بِاللهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ

(ب) مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ والعَمَلَ بِهِ والجَهْلَ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وشَرَابَهُ

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. حدیث کی روشنی میں ظالم اور مظلوم کی مدد کا کیا طریقہ ہے؟
2. سلام کرنا کیوں اہم ہے؟ اور اس کا سبب بتائیے۔
3. محنت مزدوری اور ہاتھ کے ہنر کی کتنی فضیلت ہے؟

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. ظالم کی مدد کی جاسکتی ہے اس کو:

(الف) قید کرنے سے　(ب) سزا دینے سے
(ج) ظلم معاف کرنے سے　(د) ظلم سے روکنے سے

2. اسلام کے عمل کے بعد جس پر استقامت کی تاکید ہے وہ ہے:

(الف) نماز ادا کرنا　(ب) روزہ رکھنا
(ج) حج کرنا　(د) ایمان پر قائم رہنا

3. حدیث کے مطابق روزے کی حالت میں جھوٹ اور بدکلامی سے:

(الف) روزہ ٹوٹ جاتا ہے　(ب) روزے پر کوئی اثر نہیں پڑتا
(ج) روزے کا ثواب نہیں ملتا　(د) روزے کا ثواب کم ہو جاتا ہے

حدیث نمبر 16: اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ قُلْنَا: لِمَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ؟ قَالَ: لِلّٰہِ، وَلِکِتَابِہٖ، وَلِرَسُوْلِہٖ، وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِیْنَ، وَعَامَّتِھِمْ۔ (مسلم:۱۹۴،۵۵،۹۵)

ترجمہ: دین خیر خواہی کا نام ہے۔ ہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ خیر خواہی کس کے لیے ؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے رسول کے لیے، مسلمانوں کے حکمرانوں کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے۔

تشریح: اس حدیث مبارکہ میں حقوق کی ادائگی، وعظ، نصیحت اور ایک دوسرے کو نیکی کا حکم دینے اور ایک دوسرے کو برائی سے روکنے جیسے نیک اعمال کی تُرغیب دی گئی ہے۔

اللہ کی ذات پر کامل ایمان لانا، اللہ کی نازل کردہ الہامی کتابوں پر ایمان لانا، اس کے بھیجے ہوئے انبیاء کرام پر ایمان لانا اور ان کی اطاعت کرنا، مسلمان حاکم اور عادل امام کی اطاعت کرنا، اور تمام انسانوں کے حق ادا کرنا۔ یہ تمام چیزیں خیر خواہی میں شمار ہوتی ہیں۔ اس طرح ذمے داریاں ادا کرنے سے انسان اپنی اور تمام انسانوں کے لیے خیر خواہی کر سکتا ہے۔

حدیث نمبر 17: لَایَدْخُلُ الْجَنَّةَ خِبٌّ وَلَا مَنَّانٌ وَلَا بَخِیْلٌ۔ (جامع ترمذی:۱۸۱۲)

ترجمہ: دھوکے باز، احسان جتلانے والا اور کنجوس جنت میں نہیں جائیں گے۔

تشریح: اس حدیث میں دھوکے بازی، نیکی کرنے کے بعد احسان جتلانے اور بخل کی مذمت کی گئی ہے۔ ایسے لوگوں کے غلط رویوں کی وجہ سے معاشرے میں فساد اور بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ معاملات میں دھوکا دینا، اپنی فطرت میں سخاوت کی بجائے بخل کرنا، کسی کے ساتھ بھلائی کرنے کے بعد لوگوں کے سامنے احسان جتا کر اس کو حقیر سمجھنا، غیر اخلاقی کام ہیں۔ جس کی اسلام کبھی اجازت نہیں دیتا۔

حدیث نمبر 18: أَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَعُوْدُوا الْمَرِیْضَ وَفُکُّوا الْعَانِیَ۔ (صحیح بخاری:۵۳۷۳)

ترجمہ: بھوکے کو کھانا کھلاؤ، بیمار کو مزاج پرسی کرو اور قیدی کو (کافروں کی) قید سے آزاد کراؤ۔

تشریح: اس حدیث مبارکہ میں لوگوں کے ساتھ ہمدردی کرنے اور ان کی ضروریات زندگی میں آسانی پیدا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ جیسا کہ ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ بھوکے کو کھانا کھلانا بہترین صدقہ ہے جس میں ہر قسم کے جانور، پرندے اور کیڑے مکوڑے شامل ہیں۔ لیکن اشرف المخلوقات ہونے کے ناطے انسان کی خدمت کرنا بہت بڑا اجر اور ثواب کا کام ہے۔ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر جو حقوق ہیں ان میں سے ایک بیمار کی مزاج پرسی کرنا ہے۔ جس کا حکم حدیث پاک میں آیا ہے، اس طرح وہ لوگ جو غربت یا قرض کی وجہ سے بے یارومددگار ہو چکے ہیں، یا جو مشرکوں اور کافروں کی قید میں ہیں ان کے لیے وسائل مہیا کرنا بھی احسن عمل ہے۔ اس حدیث پاک میں ان تین باتوں کی خصوصی طور پر نشان دہی کی گئی ہے کہ اپنے معاشرے میں بھوک کی وجہ سے مجبور لوگوں کو کھانا کھلائیں۔ انھیں کپڑے پہنائیں، بیماروں کی دیکھ بھال کریں اور انھیں جینے کا حوصلہ دیں، اور جو مسلمان مشرکوں کے قید میں ہو انھیں آزاد کرائیں اور ان کا سہارا بنیں۔ یہ تمام اعمال اچھے مومن ہونے کی نشانیاں ہیں۔

حدیث نمبر 19: إِنَّ مِنْ إِجْلَالِ اللهِ: إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ۔ (الادب المفرد: ۳۷۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی عظمت کو بیان کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ بوڑھے مسلمان کا احترام کیا جائے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں ہر بوڑھے اور کمزور مسلمان کے ساتھ شائستگی اور احترام سے پیش آنے کی تلقین کی گئی ہے۔ عمر دراز اور بوڑھے افراد معاشرے اور خاندان کے لیے اپنی خدمات انجام دینے کے بعد اس درجے کو پہنچ جاتے ہیں کہ ان کے ساتھ دوستانہ سلوک، مناسب گفتگو، شائستہ لہجہ اور حسن سلوک سے پیش آنا ہر مسلمان کی ذمے داری ہے۔ خاص طور پر جب وہ بوڑھے والدین ہوں۔ اس حدیث میں ایسے بزرگوں کی تعظیم کو اللہ تعالیٰ کی تعظیم کہا گیا ہے۔

حدیث نمبر 20: مَنْ صَمَتَ نَجَا۔ (ترمذی: ۲۵۰۱)

ترجمہ: جس نے خاموشی اختیار کی وہ کامیاب ہو گیا۔

تشریح: اس حدیث میں خاموش رہنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ انسان کو چاہیے اچھی باتوں کو عام کرے۔ کیوں کہ تلاوت، ذکر اذکار، ہدایت کی باتیں، حکمت و دانائی، حق و صداقت یا خیر خواہی کی بات افضل عبادت شمار ہوتی ہے۔ بری گفتگو اور فضول باتوں سے پرہیز کرو اور خاموشی اختیار کرو کیوں کہ جو شخص برائی کرنے کے بجائے خاموشی اختیار کرے گا وہی کامیاب ہو گا۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے

1. درجہ ذیل احادیث میں سے کسی بھی ایک حدیث کا ترجمہ اور تشریح لکھیے۔

(الف) الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ قُلْنَا: لِمَنْ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: لِلّٰهِ، ولكتابه، ولِرَسُوْلِهِ، وَلأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ، وَعَامَّتِهِمْ

(ب) أَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَعُودُوا الْمَرِيضَ وَفُكُّوا الْعَانِيَ

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. آپ کی نظر میں دوسروں کی مدد کرنے کے کیا کیا طریقے ہیں؟
2. معاشرے میں بزرگوں کی عزت نہ ہونے کے کیا وجوہات ہیں؟ آپ کی نظر میں ان کا حل کیا ہے؟
3. خاموشی کے فائدے بیان کیجیے

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. احسانات گنوانے کا مطلب ہے:

(الف) مزید احسان کرنا (ب) زیادہ مدد کرنا
(ج) بھلائی کر کے جتانا (د) شکریہ ادا نہ کرنا

2. حدیث کے مطابق جس نے خاموشی اختیار کی وہ گویا کہ:

(الف) کامیاب ہوا (ب) ناکام ہوا
(ج) گونگا ہوا (د) ناسمجھ ہوا

3. حدیث کے مطابق دین نام ہے:

(الف) عمل کا (ب) کمانے کا
(ج) خیر خواہی کا (د) علم کا

(الف) ایمانیات

تدریسی معیار

(قرآن مجید اور سنت کی روشنی میں)

- باب کا تعارف اور مقصد جان کر بیان کر سکیں۔
- ایمان اور عقیدہ کی وضاحت بیان کر سکیں۔

مضبوط اور پختہ یقین کو ایمان کہتے ہیں۔ اس سے مراد ہے کہ جو باتیں قرآن اور حدیث کے ذریعے حاصل ہوئیں انھیں صدق دل سے تسلیم کرنے کا نام ایمان ہے۔ چوں کہ ایمان اور عقیدے سے متعلق بہت سے مسائل ہیں اس لیے ان کے مجموعے کو 'ایمانیات' کہا جاتا ہے۔

اعمال کی بنیاد ایمان پر ہے۔ اسلام کے بنیادی عقائد یہ ہیں * اللہ تعالیٰ پر ایمان * فرشتوں پر ایمان * آسمانی کتابوں پر ایمان * رسولوں پر ایمان * آخرت پر ایمان * تقدیر پر ایمان * موت کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے پر ایمان۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ طلبہ و طالبات اسلام کی حقیقت، اس کے دلائل اور تقاضوں کو جان کر اپنے ایمان کو مضبوط کریں اور اپنی عملی زندگی میں ان پر عمل پیرا ہوں۔

حاصلاتِ تعلم

(قرآن اور سنت کی روشنی میں)

- عقیدۂ توحید کا مفہوم سمجھ کر بیان کر سکیں۔
- وجود باری تعالیٰ کا تعارف جان کر بیان کر سکیں۔
- توحید کے دلائل (قرآن مجید، سنت نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ، سائنس اور عقل کی روشنی میں) جان کر بیان کر سکیں۔
- توحید کی اقسام (ذاتی، صفاتی، فعلی، توحید کے تقاضے، 'شرک' اور اس کی اقسام: ذات میں شرک، صفات میں شرک اور صفات کے تقاضوں میں شرک) جان کر بیان کر سکیں۔
- عقیدۂ توحید کے انسانی زندگی پر اثرات جان کر بیان کر سکیں۔

توحید کا مفہوم: لفظ 'توحید' کے لغوی معنی اکیلا ماننا ہے۔ اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات، صفات، تصرف اور عبادت پر اکیلا ماننے کا نام 'توحید' ہے۔

وجود باری تعالیٰ: اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا خالق اور مالک ہے۔ وہ پوری کائنات کو رزق اور روزی دینے والا ہے۔ موت، زندگی، بیماری، صحت، نفع اور نقصان سب اس کے ہاتھ میں ہے، ساری کائنات اس کی محتاج ہے، لیکن وہ کسی کا محتاج نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔

توحید کے دلائل:

قرآن کریم: توحید کے حوالے سے قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔ (سورۃ الانبیاء: آیت 22) ترجمہ: اگر آسمان اور زمین کے ایک اللہ کے سوا کئی خدا ہوتے تو ان کا نظام تباہ اور برباد ہو چکا ہوتا۔

سنت نبوی: اعلان نبوت کے بعد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے مکے والوں کو سب سے پہلے توحید کی دعوت دی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے اہل مکہ کو کوہ صفا پر جمع کیا اور فرمایا: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! قُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوا۔ اے انسانو! لا الہٰ الا اللہ کہہ دو کامیاب ہو جاؤ گے (مسند احمد: 19004)

سائنس: سائنسی تحقیق کے مطابق زمین اپنے محور پر تقریباً ۱۶۰۰ کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے گھومتی ہے۔ اس طرح سورج زمین سے تقریباً ۱۵۲ ملین کلومیٹر دور ہے۔ سورج، چاند، ستارے، سیارے اور زمین اپنے اپنے محور اور مرکز پر ایک خاص ترتیب اور ایک مقررہ وقت پر گھومتے ہیں۔ صدیاں گزرنے کے باوجود ان کے درمیان ایک سیکنڈ کا بھی فرق نہیں آیا۔ اس طرح کے نظم وضبط اور ساخت سے پتا چلتا ہے کہ ضرور کوئی ہستی اس عظیم الشان کائنات کو چلاتی اور سنبھالتی ہے۔ جس کو ہم اللہ تعالیٰ مانتے ہیں۔

عقل: ہم اللہ رب العزت کی کائنات میں غور و فکر کرتے ہیں تو ہمیں خدا کی وحدانیت پر بہت سی فطری دلیلیں ملتی ہیں، مثلاً: صحرا میں اونٹ کے قدموں کے نشان بتاتے ہیں کہ یہاں سے کوئی اونٹ گزرا ہے۔ انسانی قدموں کے نشان بتاتے ہیں کہ کوئی انسان گزرا ہے۔ اسی طرح سورج، چاند، ستارے، رات اور دن کا چکر، پہاڑ، میدان، جنگل، دریا، سمندر، ہوائیں، بادل، بارش، بدلتے موسم، انسان، حیوانات، دیگر جاندار اور ان کا باترتیب نظام بتاتا ہے کہ کوئی طاقتور ہستی ہے جو اس پورے نظام کو بخوبی چلاتی ہے۔ وہ طاقت والی ہستی اللہ تعالیٰ ہے۔

توحید کی اقسام:

توحید ذاتی: اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات میں اکیلا ماننا اور اس بات پر یقین رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کے نہ ماں باپ ہیں، نہ اولاد ہے، نہ اس کا کوئی ہمسر ہے اور نہ کوئی دوسرا اس کا رشتے دار یا ثانی ہے۔

توحید صفاتی: اللہ تعالیٰ اپنی تمام ذاتی صفات میں اکیلا ہے۔ جس کمال درجے کی یہ صفات اللہ تعالیٰ کی ذات میں ہیں، کسی اور میں نہیں ہیں۔ جیسے: زندگی، علم، قوت ارادی، قدرت، کلام، سمع، بصر، خلق اور تکوین کی صفات وغیرہ غرض یہ کہ کسی بھی صفت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

توحید فعلی: توحید فعلی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اپنے افعال یا اعمال میں اکیلا ہے۔ وہ اپنے کسی کام میں کسی دوسرے کے مشورے یا مدد کا محتاج نہیں ہے، جیسے: کائنات کی تخلیق، انسانوں اور جانوروں کے لیے رزق کے وسائل پیدا کرنا، موت یا زندگی دینا، بیماری یا صحت دینا، قحط یا کثرت سے رزق دینا، کسی کو اولاد دینا یا نہ دینا وغیرہ، سب کچھ وہ اکیلا ہی کرتا ہے۔

توحید کے تقاضے: توحید کا تقاضا اس بات پر مبنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات صفات اور اوصاف کے تقاضوں میں اکیلا مان لیا جائے۔ اس بات کا یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ پوری دنیا کو بنانے، پالنے، سنبھالنے اور چلانے کے لیے کسی کا محتاج نہیں۔ اسے کسی نے پیدا نہیں کیا، وہ ازل سے ابد تک ہے، سب کا رب ہے، اور اس جیسا کوئی نہیں۔ وہ معبود برحق ہے۔ وہی عبادت کے لائق ہے۔ اللہ ہونے میں اس کا کوئی شریک نہیں اور وہی اپنی صفات و اوصاف کا حامل ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اس کے ساتھ حصے دار نہیں ہے اور یہ ماننا چاہیے کہ وہ اپنی صفات اور اسماء سے موصوف ہونے میں اکیلا ہے۔

شرک: لغت کے اعتبار سے شراکت یا حصہ داری کو 'شرک' کہتے ہیں۔ شرک، توحید کی ضد ہے، اصطلاح میں وہ شخص جو اللہ کے سوا کسی اور کو معبود مانتا ہے، اللہ کی صفات یا اس کی صفات کے تقاضوں میں کسی اور کو شریک کرتا ہے، تو وہ شرک کرتا ہے اور وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ پاک ہے: ترجمہ: اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے۔ اس گناہ کے سوا جس گناہ کو چاہے وہ معاف کر دے گا۔ اور جس نے اللہ کا شریک مقرر کیا اس نے بڑا بہتان باندھا۔
(سورۃ النساء آیت نمبر 48)

شرک کی تین قسمیں ہیں:

ذات میں شرک: اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو کسی بھی شکل و صورت کی طرح سمجھ کر اس کے برابر ماننا، اس کے ساتھ مشابہ ہونا یا کسی کو اس کا شریک ٹھہرانا کسی کو اس پاک ذات کی اولاد سمجھنا یا ایک سے زیادہ یعنی دو یا تین یا زیادہ معبودوں کو تسلیم کرنا شرک فی الذات شمار کیا جاتا ہے۔

صفات میں شرک: اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی اور میں اللہ تعالیٰ کی صفات سے مشابہت کرنا یا یہ ماننا کہ دوسرے اس کے علم، قدرت، ارادے یا کسی اور صفت میں اس کے مشابہ ہیں۔ جیسے: قدیر، سمیع، بصیر، رزاق، وہاب، قادر یا اللہ تعالیٰ کو تشبیہ دے کر یہ کہنا کہ فلاں شخص کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرح طاقت، قدرت اور علم ہے تو یہ شرک فی الصّفات ہے۔ یہ تمام صفات حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کی ہیں اور وہی اکیلا ان صفات کا مالک ہے۔

صفات کے تقاضوں میں شرک: اللہ تعالیٰ کی ہر صفت اس کی صفت اور خصوصیت ہے جس کا تقاضا ہے کہ یہ صفت صرف اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کی جائے اور بندے کو صرف اللہ تعالیٰ ہی سے اس صفت کا طالب ہونا چاہیے۔ معبود ہونے کے ناطے اسی کی عبادت کرنی چاہیے، رازق ہونے کے ناطے اسی سے رزق طلب کرنا چاہیے۔ ناصر ہونے کی وجہ سے اسی سے مدد مانگنی چاہیے۔ وہاب ہونے کے ناطے اسی سے ہر قسم کی حاجتیں مانگنی چاہیے۔ اگر اس کی صفات میں کسی اور کو شامل کیا جائے تو اسے شرک سمجھا جائے گا، اس لیے یہ تمام صفات بشمول اس کے تقاضے، اللہ تعالیٰ ہی کی طرف منسوب کیے جانے چاہئیں۔

انفرادی اور اجتماعی زندگی پر عقیدۂ توحید کے اثرات: توحید کے عقیدے سے انسان میں اللہ تعالیٰ کی محبت، تقویٰ، خوفِ خدا، احساسِ ذمے داری، وسیع النظری، استقامت، صبر اور اللہ پر توکل جیسی صفات پیدا ہوتی ہیں اور وہ ہر قسم کے خوف، ناامیدی اور ناشکری سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. عقیدۂ توحید کو دلائل سے ثابت کیجیے۔
2. شرک کا مفہوم اور اس کی اقسام کی وضاحت کیجیے۔

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. وجود باری تعالیٰ کی وضاحت کیجیے۔
2. توحید کی اقسام کی مختصر وضاحت کیجیے۔
3. انسانی زندگی پر عقیدۂ توحید کے اثرات میں سے کسی بھی تین اثرات کی وضاحت کیجیے۔

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات وصفات میں واحد ماننے کا نام ہے:

(الف) ایمان　　(ب) عقیدہ

(ج) توکّل　　(د) توحید

2. شراکت اور حصے داری کے لیے لفظ استعمال ہوتا ہے:

(الف) شرک　　(ب) نفاق

(ج) فسق　　(د) کفر

3. شرک کی ضد ہے:

(الف) عقیدۂ توحید　　(ب) عقیدۂ رسالت

(ج) عقیدۂ آخرت　　(د) عقیدۂ بعث بعد الموت

ہدایات برائے اساتذہ کرام

طلبہ وطالبات کی 'عقیدۂ توحید'، تعلق باللہ، آزادی اور حریت، خودداری اور عزت نفس، وسیع النظری، استقامت اور بہادری، تقویٰ، رجائیت اور دل کا اطمینان، صبر اور توکل کے بارے میں اچھی طرح رہنمائی کیجیے۔

حاصلات تعلم

(قرآن اور سنت کی روشنی میں)

- رسالت اور نبوت کا تعارف بیان کر سکیں۔
- عقیدۂ رسالت کے معنی و مفہوم بیان کر سکیں۔
- انبیائے کرام کی خصوصیات سے واقف ہو کر بیان کر سکیں۔
- رسالت محمدی کی خصوصیات کو سمجھ کر بیان کر سکیں۔
- رسالت پر ایمان کے تقاضے جان کر بیان کر سکیں۔
- توہینِ رسالت کے بارے میں جان کر وضاحت کر سکیں۔

رسالت اور نبوت کا تعارف: 'رسالت' کا مطلب ہے پیغام پہنچانا۔ اسلام میں رسالت کا مطلب ہے: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے خاص بندوں میں سے کسی ایک کو امت تک پیغام پہنچانے کے لیے منتخب کرنا۔ جس انسان کو اللہ تعالیٰ اپنا پیغام پہنچانے کے لیے چنتا ہے اسے 'رسول' اور 'پیغمبر' کہتے ہیں۔ نبوت 'نبأ' سے ماخوذ ہے۔ جس کے لغوی معنی خبر دینے کے ہیں اور خبر دینے والے کو 'نبی' کہتے ہیں۔

عقیدہ رسالت: عقیدۂ توحید کے بعد عقیدۂ رسالت پر ایمان لانا مومن بننے کی شرط ہے۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری نبی حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ تک اللہ کے بھیجے ہوئے تمام انبیائے علیہم السلام برحق اور سچے ہیں۔ ہمیں ان میں سے بعض کا ذکر قرآن مجید اور حدیث میں ملتا ہے۔

منصب رسالت کے تقاضے: اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر اپنی امت کا نمائندہ ہوتا ہے، جو انسانیت کے لیے نہایت عمدہ اور مثالی خوبیوں والا ہوتا ہے۔ وہ فیاض، بردبار، معصوم، پاکیزہ کردار، نرم مزاج، دور اندیش، خیر خواہ، مہربان، سچا اور امانت دار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان نمائندگی کا نام رسالت ہے اور یہ انتخاب صرف اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے۔

منصب رسالت کی چند اہم صفات درج ذیل ہیں:

بشریت: جیسا کہ تمام انبیائے کرام بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے بھیجے گئے ہیں اور ان کی اطاعت امت کے تمام افراد پر فرض ہے، اس لیے ضروری ہے کہ ان کی تعلیم و رہنمائی کرنے والا بھی انھی میں سے ہو۔

بعض لوگوں کا خیال تھا کہ کوئی بھی نبی اور رسول انسان کیسے ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید نے اس کا جواب یوں دیا ہے
ترجمہ: (اے پیغمبر) کہہ دو کہ اگر زمین میں فرشتے ہوتے کہ اس میں چلتے پھرتے اور رہتے سہتے تو ہم ان کے پاس کوئی فرشتہ ہی پیغمبر بنا کر بھیجتے۔ (سورۃ الاسراء آیت نمبر 95)

وہبیت: وہبیت کی لغوی معنی عطا کرنا ہے۔ نبوت ورسالت ذاتی عبادات کی کوششوں اور کمائی سے نہیں ملتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ذمے داری ہے، وہ جس کو چاہے یہ منصب عطا فرما دے۔ ارشاد پاک ہے: ترجمہ: اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں بھیجے۔ (سورۃ الانعام آیت نمبر 124)

عصمت: اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر نبی اخلاقی طور پر معصوم ہے، یعنی گناہوں سے پاک ہے۔

وحی: وحی بھی نبوت اور رسالت سے مخصوص ہے۔ نبی کے علاوہ کسی اور انسان پر وحی نازل نہیں ہوتی۔

حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کی خصوصیات: حضور کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ پانچ اولوالعزم الانبیاء میں سے ایک ہیں۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ خاتم النبیین ہیں اور آپ کی شریعت آخری شریعت ہے، قرآن کریم آخری کتاب ہے اور یہ امت محمدی آخری امت ہے۔ رسالت محمدی کی چند خصوصیات یہ ہیں:

آفاقیت: ابتدائی دور کے انبیائے کرام علیہم السلام ایک خاص قوم، مخصوص علاقے یا ایک خاص مدت تک کے لیے بھیجے جاتے تھے، ان کی شریعت اسی زمانے کی قوم یا وقت تک محدود تھی، لیکن حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ تاقیامت ہر دور، ہر امت، ہر نسل اور ہر علاقے کے لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ ارشاد پاک ہے: ترجمہ: اے نبی کہہ دو کہ لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں جو آسمانوں اور زمین کا بادشاہ ہے۔ (سورۃ الاعراف آیت 158)

ابدیت: حضور کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی رسالت قیامت تک ہمیشہ رہنے والی ہے، اس سے پہلے جتنے انبیائے ورسل گزرے، ان کی شریعت اب منسوخ ہو چکی ہے۔ ایک مومن کے لیے یہ ماننا لازمی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کو آخری نبی بنا کر بھیجا ہے، ورنہ وہ شخص مومن نہیں رہے گا۔ ارشاد پاک ہے: ترجمہ: اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہو گا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہو گا۔ (سورۃ آل عمران آیت 85)

عملیت: رسالت محمدی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ صرف نظریاتی اور فکری نہیں ہے، بلکہ حضور کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات پر عمل کیا اور پھر اپنی امت کی رہنمائی کی۔ اس طرح خواہ وہ عائلی زندگی ہو یا معاشی، سماجی ہو یا سیاسی زندگی ہو یا روحانی کیفیت، عبادات، امن اور جنگ، قرابت داری ہو یا صلہ

رحمی، مطلب یہ ہے کہ زندگی کے تمام پہلوؤں کے متعلق آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے عملی زندگی کی مثال ہمیں دی ہے: ارشاد ہے: ترجمہ: بیشک اللہ کے رسول کی پیروی کرنا تمھارے لیے بہتر ہے۔ (سورۃ الاحزاب: 21)

جامعیت: اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام کو جن صفات سے نوازا تھا، حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ میں ان تمام صفات کے جامعیت اور کمالیت کے ساتھ مجسم تھے۔ ان تمام خصوصیات اور خوبیوں کے ساتھ حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ تمام جہانوں کے لیے ہدایت کا پیغام لے کر آئے ہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت جامع، کامل اور تمام انسانوں اور جنوں کے لیے ہے۔

ختم نبوت: عربی زبان میں 'ختم' کا مطلب ہے: مہر لگا کر بند کرنا یا انجام کو پہنچانا۔ رسالت محمدی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی خصوصیات میں ختم نبوت ایک اہم خصوصیت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نبوت حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی اور حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ پر ختم ہوتی ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ آخری نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا، اور جو کوئی نبوت کا دعویٰ کرے یا نبوت کے مدعی کی تصدیق کرے، وہ شریعت اور آئین پاکستان کے مطابق مسلمان نہیں رہے گا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے آخری نبی ہونے کی دلیل کو قرآن کریم میں اس طرح بیان کیا گیا ہے: مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (الاحزاب) ترجمہ: حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ تمھارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول اور نبیوں کی مہر یعنی سلسلہ نبوت کو ختم کر دینے والے ہیں، اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ جب کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ ترجمہ: میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ (جامع ترمذی حدیث: 4252)

عقیدہ رسالت کے تقاضے: عقیدۂ رسالت اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک ہے جس کا تقاضا ہے کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام پر بلا تفریق ایمان لانا ضروری ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ ترجمہ: ہم اللہ کے پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے۔ (سورۃ البقرہ آیت 285)۔ انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں نظریاتی، تحریری، تقریری یا کسی اور طرح سے ادنیٰ گستاخی اور توہین کی اجازت نہیں ہے۔ حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کے بعد سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کی شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں۔ اب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی لائی ہوئی شریعت ہی آخرت تک نافذ اور قابل عمل رہے گی۔

ہمیں تمام انبیاء پر ایمان لانا ہے، ان سے محبت اور عقیدت رکھنی ہے، ان کی کسی قسم کی گستاخی یا توہین کرنا سخت گناہ اور ایمان سے خارج ہونا ہے اور سیدنا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے محبت کرنا، آپ کی اطاعت کرنا اور اتباع کرنا ایمان کے اہم تقاضے ہیں۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات

طلبہ و طالبات کو چاہیے کہ وہ قرآن مجید میں مذکور انبیائے کرام علیہم السلام کے نام اور مختصر تعارف تحریر کریں۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. رسالت والے منصب کی خصوصیات کیا ہیں؟ واضح کریں۔
2. رسالت محمدی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی خصوصیات کیا ہیں؟ وضاحت کریں۔

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. رسالت کے معنی اور مفہوم کیا ہے؟
2. ختم نبوت کا مطلب کیا ہے؟
3. عقیدۂ رسالت کے تقاضے کیا ہیں؟

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. نبوت لفظ کی معنی ہیں:

(الف) پیغام پہنچانا (ب) حکم کرنا

(ج) انتخاب کرنا (د) خبر دینا

2. اولوالعزم (بڑی ہمت والے) صفت ہے:

(الف) کچھ انبیائے کرام کی (ب) کچھ صحابہ کرام کی

(ج) کچھ مومنوں کی (د) کچھ اولیاء کی

3. جس رسول کے بعد پچھلی شریعتیں منسوخ ہوئی وہ ہیں:

(الف) حضرت آدم علیہ السلام

(ب) حضرت ابراہیم علیہ السلام

(ج) حضرت عیسیٰ علیہ السلام

(د) حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ

فرشتوں پر ایمان لانا

حاصلات تعلم

(قرآن اور سنت کی روشنی میں)

- فرشتوں کا تعارف جان کر بیان کر سکیں۔
- فرشتوں پر ایمان لانے کی نوعیت اور اہمیت سے آگاہ ہو کر بیان کر سکیں۔
- فرشتوں کی عام خصوصیات اور ان کی ذمے داریاں جان کر بیان کر سکیں۔
- چاروں فرشتوں (حضرت جبرائیل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل، حضرت عزرائیل علیہم السلام) کا تعارف اور ان کی ذمے داریاں سمجھ کر بیان کر سکیں۔

تعارف: فرشتہ کو عربی میں 'مَلَكٌ' کہتے ہیں جس کی جمع 'ملٰٓئِکَة' ہے۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی خاص مخلوق ہیں جو کھانے پینے اور دیگر معاملات اور ضروریات سے بری ہیں۔ انھیں نور سے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ اپنی اصلی شکل میں پَر رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی صورت بدلنے کی طاقت دی ہے اور وہ انسانی صورت میں بھی ظاہر ہو سکتے ہیں۔ ان کا کام اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد کرنا، زمین و آسمان کے معاملات پر نظر رکھنا اور مخلوق کی حفاظت کرنا ہے۔ وہ اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری میں مصروف رہتے ہیں اور کبھی نافرمانی نہیں کرتے۔ ترجمہ: جو کبھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ان کو ملتا ہے اسے بجالاتے ہیں۔ (سورۃ التحریم: آیت 6)

فرشتوں پر ایمان: فرشتوں پر ایمان لانا اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ۔ ترجمہ: بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ پر اور روز آخر پر اور فرشتوں پر اور اللہ کی کتاب پر اور نبیوں پر ایمان لائیں۔ (سورۃ البقرۃ آیت: 177)۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل اور اس کی مخلوق کی مدد کرنا بھی ان کی ذمے داریوں میں شامل ہے۔ فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ مخلوق ہیں، وہ کبھی گناہ یا نافرمانی نہیں کرتے۔

فرشتوں کی ذمے داریاں: اگرچہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی مدد اور محتاجی سے پاک ہے، لیکن اس نے فرشتوں کو پیدا کیا ہے اور ان پر کچھ ذمے داریاں عائد کی ہیں۔ مثلاً: بارش اور ہواؤں کی نگرانی کے لیے کچھ فرشتے مقرر ہیں۔ انسانوں کی حفاظت، ان

کے اعمال کی حفاظت، اللہ کے حکم سے جانداروں کو مارنا، قبروں میں لوگوں سے سوال کرنا اور آخرت میں عذاب و جزا کے لیے جنت و جہنم میں لے جانا شامل ہے۔

چار افضل فرشتے اور ان کی ذمے داریاں: تمام فرشتوں میں سے چار فرشتے افضل ہیں جن کے نام اور ذمے داریاں درج ذیل ہیں:

حضرت جبرائیل علیہ السلام: ان کا کام انبیائے کرام علیہم السلام پر وحی لانا، نافرمان قوموں کو سزا دینا اور مظلوموں کی مدد کرنا ہے۔

حضرت میکائیل علیہ السلام: ان کے ذمے بارش برسانا، بادلوں اور ہواؤں کا نظام اور رزق پہچانا ہے، ان کے نیچے بہت سے فرشتے ہیں جو یہ کام انجام دیتے ہیں۔

حضرت عزرائیل علیہ السلام: آپ کو ملک الموت بھی کہا جاتا ہے، یعنی موت کا فرشتہ۔ اس کے نیچے بہت سے فرشتے ہیں جو ہر جاندار کی سانس اس کے مقررہ وقت پر نکال لیتے ہیں اور اس کی روح قبض کرتے ہیں۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام: یہ آسمان پر انتظار میں بیٹھے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قیامت قائم کرنے کا حکم ہو اور جب انھیں حکم دیا جائے گا تو صور پھونک دیں گے۔ اس طرح یہ دو بار صور پھونکیں گے، پہلی بار تمام چیزوں کو فنا کرنے اور جانداروں کو مارنے کے لیے، اور دوسری بار زندہ کرنے کے لیے۔ ان کے علاوہ اور بھی فرشتے ہیں۔ ان میں کراما کاتبین یعنی اعمال لکھنے والے اور منکر نکیر یعنی قبر میں سوال کرنے والے ہیں، طواف کرنے والے، عرش کو سنبھالنے والے، جنت اور جہنم کی نگرانی کرنے والے شامل ہیں۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. فرشتوں کا تعارف اور ان پر ایمان لانے پر جامع نوٹ تحریر کیجیے۔
2. چار افضل فرشتوں کے نام اور ان کی ذمے داریاں کیا ہیں؟ وضاحت کیجیے۔

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. فرشتے، انسانوں سے کون کون سی صفات میں مختلف ہیں؟
2. فرشتے انسانوں کے کس کام آتے ہیں؟

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. فرشتے پیدائش ہیں:

(الف) نور کی (ب) مٹی کی

(ج) ہوا کی (د) آگ کی

2. قبر میں سوال کرنے والے فرشتے ہیں:

(الف) رضوان اور مالک (ب) کراماً کاتبین

(ج) منکر نکیر (د) جبرئیل اور عزرئیل

3. حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے:

(الف) دو بار (ب) تین بار

(ج) چار بار (د) پانچ بار

حاصلاتِ تعلم

(قرآن اور سنت کی روشنی میں)

- آخرت کی لغوی اور اصطلاحی معنی اور مفہوم جان کر بیان کر سکیں۔
- عقیدۂ آخرت کی حقیقت اور اہمیت سمجھ کر بیان کر سکیں۔
- آخرت کے تصور (قیامت، مرنے کے بعد زندہ ہونا، جزا اور سزا) کا مفہوم سمجھ کر بیان کر سکیں۔
- عقیدۂ آخرت کے دلائل جان کر (قرآن، سنت، سائنس اور فطرت کی روشنی میں) بیان کر سکیں۔
- عقیدۂ آخرت کے روزمرہ زندگی پر اثرات مرتب ہونے کو سمجھ کر بیان کر سکیں۔

عقیدۂ آخرت کا معنی ومفہوم: عربی زبان میں 'آخرت' کے معنی 'بعد میں آنے والی چیز' کے ہیں۔ اس سے مراد موت کے بعد کی زندگی ہے۔

عقیدۂ آخرت: آخرت کا عقیدہ بھی اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک ہے، انسان کی موت کے بعد اس کی روح زندہ رہتی ہے، آخرت کی زندگی میں انسانی روح جسم میں دوبارہ داخل کر کے اسے زندہ کیا جائے گا، پھر تمام انسان حشر کے میدان میں جمع ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ سب سے ان کی زندگی کا حساب لے گا، پھر کامیاب لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ناکام لوگوں کو جہنم میں عذاب دیا جائے گا۔ جیسا کہ ارشادِ پاک ہے: ترجمہ: بیشک نیکوکار نعمتوں کی بہشت میں ہوں گے۔ اور بدکردار دوزخ میں۔ (سورۃ الانفطار: آیات 13-14)

موت آتے ہی انسان کا حساب شروع ہو جاتا ہے۔ پھر دوسری دنیا میں صرف نیک اعمال ہی کام آتے ہیں، دنیا وقت ضایع کرنے اور فضول کاموں میں خرچ کرنے کے لیے نہیں ہے، بلکہ یہ آزمائش کی جگہ ہے۔ انسان جو کچھ کرے گا اس کا اجر آخرت میں ملے گا۔ اسی لیے کہا جاتا ہے: الدنیا مزرعۃ الآخرۃ (دنیا آخرت کی کھیتی ہے)۔

آخرت کے مراحل اور اہم تصورات: آخرت کا آغاز انسان کی موت سے ہی شروع ہوتا ہے۔ مرنے اور دوبارہ زندہ ہونے کے درمیان کے وقت کو 'عالم برزخ' کہتے ہیں۔ جس میں قبر کے سوالات پوچھے جائیں گے اور پھر عذاب قبر یا راحت قبر کا وقت شروع ہوگا۔ جس دن پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو ساری کائنات فنا ہو جائے گی، اس کے بعد دوبارہ صور پھونکا جائے گا اور پھر تمام لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا، اسے **بعث بعد الموت** (یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا) کہتے

ہیں۔ پھر سب لوگ حساب کے لیے کھڑے ہوں گے، اسی لیے اسے قیامت کہتے ہیں۔ تمام لوگ محشر میں اپنے اعمال کا حساب پورا کرنے کے بعد یا تو جنت کے حقدار ہوں گے اور وہیں ہمیشہ رہیں گے یا جہنم میں جائیں گے پھر گنہگار اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد جنت کے حقدار ہوں گے، البتہ مشرکین اور منافقین ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

عقیدۂ آخرت کے دلائل: قرآن کریم کی آیات کا ایک بڑا حصہ عقیدۂ آخرت کے بارے میں ہے، جس میں آخرت کا تعارف، اس کے مختلف مراحل، مختلف لوگوں کے اعتراضات اور ان کے جوابات بیان کیے گئے ہیں۔

لوگ آخرت کے بارے میں غلط تصورات میں مبتلا تھے۔ اس کے لیے قرآن مجید میں آخرت کی مکمل تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ جبکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے آخرت کے عذاب اور حساب کتاب کے بارے میں تفصیل سے بتایا ہے اور امت کو عذاب آخرت سے بچنے کے تدابیر بیان فرمائی ہیں۔ عالم برزخ، جنت اور جہنم کے مختلف مناظر معراج کی رات کو حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو دکھائے گئے تھے۔ اس لیے ایمان کی شرائط میں یوم الآخرۃ پر مکمل ایمان اور یقین رکھنا شامل ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

وبالآخرۃ ھم یوقنون ترجمہ: اور وہ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ (سورۃ البقرہ آیت نمبر 4)

سائنسی تجربات اور مشاہدات سے ثابت ہوتا ہے کہ جاندار مختلف خلیات کا مرکب ہیں اور ایک وقت آتا ہے جب وہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتے ہیں، اس لیے یہ سمجھا جاسکتا ہے جو خالق، انسان کی تخلیق پر قدرت رکھتا ہے، اسے دوبارہ زندہ کرنے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔

عقل بھی مانتی ہے کہ ایک دن ایسا ضرور ہونا چاہیے جس میں گناہ گار کو گناہ کرنے اور فرمانبردار کو اطاعت کا بدلہ ملے اور وہ آخرت کا دن ہے، ہر انسان کو اس مرحلے سے گزرنا ہے۔

عقیدۂ آخرت کے انسانی زندگی پر اثرات: حساب کتاب کی فکر میں انسان برائی سے بچنے اور نیکی کرنے کی جدوجہد کرتا ہے اور اپنے آپ کو ایک ذمے دار انسان بناتا ہے۔ صبر، تحمل اور مشکل حالات کا مقابلہ کرنے کی ہمت انسان میں بڑھ جاتی ہے اور وہ اپنے اچھے اعمال کے بدلے پُر اعتماد اور مطمئن رہتا ہے۔ سماجی اعتبار سے انسان میں عمل کرنے کی خواہش، نتائج و انجام کی پرواہ کیے بغیر سیدھی راہ پر چلنے کا عزم اسے ترقی کی راہ پر چلنے میں مدد دیتا ہے اور وہ تمام برائیوں سے بچ کر ابدی زندگی کی تیاری کرتا ہے۔ اس میں بہادری، صبر و برداشت، اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اور احساس ذمے داری وغیرہ پیدا ہوتے ہیں، جس سے انسان انفرادی اور اجتماعی طور پر کامیابی حاصل کرتا ہے۔ عقیدۂ آخرت انسانی زندگی کو ایک فرد کی حیثیت سے بہتر سے منظم کرتا ہے جس سے معاشرے میں اجتماعی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ یہ اثرات درج ذیل ہیں:

برائی سے نفرت اور بھلائی کی چاہ: آخرت پر ایمان رکھنے والا شخص یہ یقین رکھتا ہے کہ اس کے اچھے یا برے تمام اعمال اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ ایک دن اس کے سامنے حساب دینا ہے۔ اگر برائیوں سے بچتے ہوئے اچھے کام کرے گا تو اللہ کی خوشنودی اور جنت ملے گی اور اور اگر برائیاں بڑھ جائیں تو اللہ کا غضب اور عذاب ملے گا۔

جرأت اور بہادری: عقیدۂ آخرت مومن کو سکھاتا ہے کہ دنیا کی زندگی عارضی ہے اور ابدی زندگی آخرت ہے، لہٰذا ہمیشہ نیکی اور فلاح کی کوشش کرتے ہوئے ہمت اور بہادری کا مظاہرہ کرتا ہے۔

صبر اور تحمل: نیکی اور سچائی پر چلنے میں جان جوکھم اور مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ عقیدۂ آخرت پر ایمان رکھنے والا ان تمام مصائب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھ کر صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتا ہے۔

اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرنا: آخرت پر یقین رکھنے والا شخص دنیا کے مال و دولت کو آخرت میں کامیابی کا ذریعہ بنانا چاہتا ہے، دنیا کو اس مال سے مزین کرنے کے بجائے آخرت کو سنوارنا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کر کے آخرت میں اس کا اجر حاصل کر سکے۔

احساسِ ذمے داری: جو شخص آخرت پر یقین رکھتا ہے اسے اپنے رب کی طرف سے مقرر کردہ فرائض، ذمے داریوں اور احکامات کو پورا کرنے کا احساس ہوتا ہے۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. عقیدۂ آخرت کی وضاحت کیجیے۔
2. موت کے بعد اہم مراحل کون کون سے ہیں؟

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. عقیدۂ آخرت کے متعلق سائنس اور فطرت کے کیا دلائل ہیں؟
2. عقیدۂ آخرت کے انسانی زندگی پر کوئی بھی تین اثرات بیان کیجیے۔
3. عالم برزخ سے کیا مراد ہے؟

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. موت کے بعد آنے والی زندگی کو کہا جاتا ہے:

(الف) دنیا	(ب) جنت
(ج) جہنم	(د) آخرت

2. ایک قول کے مطابق "دنیا آخرت کے لیے ہے":

(الف) راستہ	(ب) پل
(ج) کھیتی	(د) ذریعہ

3. دوبارہ زندہ ہونے کے بعد تمام انسان حساب کتاب کے لیے جمع ہوں گے:

(الف) پل صراط پر	(ب) اعراف پر
(ج) قبر میں	(د) محشر میں

ہدایات برائے اساتذہ کرام

1. طلبہ وطالبات سے تزکیہ نفس، نیکی کی طرف رغبت اور برائی سے نفرت، ابدی زندگی کی تیاری، ہمت و بہادری، صبر و تحمل، اللہ کی رضا کے لیے مال خرچ کرنے کا جذبہ، اور احساس ذمے داری کے موضوعات پر مضامین تحریر کروائیے۔

2. قرآن وحدیث کی روشنی میں عقیدۂ آخرت کی وضاحت کیجیے۔

حاصلات تعلم

(قرآن اور سنت کی روشنی میں)

- الہامی کتابوں (حضرت ابراہیم اور دوسرے انبیائے کرام کے صحائف، تورات، زبور، انجیل اور قرآن مجید) کا تعارف جان کر بیان کر سکیں۔
- قرآن مجید کی خصوصیات (قرآن مجید کی حفاظت، قرآن مجید کا اعجاز، قیامت تک مکمل ضابطہ حیات) جان کر بیان کر سکیں۔
- روز مرہ زندگی میں قرآن مجید سے تعلق قائم کر سکیں۔

تعارف:

آسمانی یا الہامی کتابیں: اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے بے شمار انبیائے کرام علیہم السلام بھیجے، جنھوں نے لوگوں کو اللہ واحد کا عقیدہ دیا اور انبیائے علیہم السلام نے لوگوں کو رب کائنات کے پیغام کی طرف بلایا اور ان انبیاء نے اپنی اپنی امت کی اخلاقی تربیت کی۔ اللہ تعالیٰ نے الہامی کتابیں اور صحیفے نازل کیے جن میں اس ذات باری کو پہچاننے اور اس پر پختہ یقین رکھنے، انبیاء کی اطاعت، لوگوں کے ساتھ بھلائی اور احسان کرنے اور ہر قسم کی نافرمانی سے بچنے کی ہدایات شامل تھیں۔ الہامی کتابوں پر ایمان اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک ہے۔ الہامی کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ تمام الہامی کتابیں اور صحیفے برحق اور سچے تھے۔ البتہ آخری پیغمبر حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ پر نازل کی ہوئی کتاب یعنی قرآن کریم کے بعد پچھلی تمام کتابیں منسوخ ہو چکی ہیں۔ اب قیامت تک ایمان لانے اور عمل کرنے کے لیے ہدایت کی واحد کتاب قرآن مجید ہی ہے۔

الہامی کتابوں پر ایمان لانا: مشہور ترین چار آسمانی کتابیں درج ذیل ہیں:

1. **تورات:** یہ کتاب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی جس میں بنی اسرائیل کے لیے مختلف احکام بیان کیے گئے۔
2. **زبور:** یہ کتاب حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی جو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے ساتھ ساتھ اس قوم کے لیے لائحہ عمل بھی ہے۔
3. **انجیل:** یہ کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی جس میں آپ کی امت کی رہنمائی کے لیے مختلف احکامات ہیں۔ لیکن بعد میں لوگوں نے اس کے حقیقی عقائد کو بدل دیا۔

4. قرآن کریم: یہ کتاب حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ پر تقریباً تیئیس سال کے عرصے میں نازل ہوئی۔ اس کتاب میں اسلام کے بنیادی عقائد، عبادات، اخلاق، سیرت نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ، سابقہ انبیائے کرام اور ان کی امتوں سے متعلق مختصر واقعات، شرعی احکامات اور آخرت کا بیان ہے۔

ان الہامی کتابوں کے علاوہ بعض انبیا پر صحیفوں کی صورت میں چھوٹی چھوٹی کتابیں نازل ہوئیں جن میں حضرت آدم، حضرت ادریس، حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کے صحیفے شامل ہیں۔

قرآن مجید کی خصوصیات: یہ اللہ تعالیٰ کی آخری اور مکمل کتاب ہے جو قیامت تک بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے ہے۔ قرآن پاک کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں:

حفاظت قرآن: قرآن کریم ہر قسم کے شک و شبہات سے بالاتر ہے اور ہر قسم کی تحریف سے پاک ہے، کیوں کہ اس کی حفاظت اللہ رب العزت نے اپنے ذمے لی ہے۔

اعجاز قرآن: قرآن ایک ایسا معجزہ ہے جس میں فصاحت، بلاغت اور وہ تاثیر ہے جو اسے دیگر تمام کتابوں سے منفرد بناتی ہے۔

ضابطہ حیات: قرآن مجید ایک مکمل ضابطہ حیات اور انسانوں کے لیے ایک کامل دستور عمل ہے، جو زندگی کے تمام شعبہ جات میں انسانوں کی رہنمائی کرتا ہے۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. الہامی کتابوں پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟
2. جن انبیائے کرام علیہم السلام پر الہامی کتابیں اور صحیفے نزول ہوئے ان کا ذکر کریں۔

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. قرآن مجید کی خصوصیات بیان کیجیے۔
2. حفاظت قرآن مجید کا مطلب کیا ہے؟
3. اعجاز قرآن مجید کسے کہتے ہیں؟
4. انسانوں کو الہامی کتابوں کی ضرورت کیوں ہے؟

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے

1. آخرت میں تمام انسانوں کو جس جگہ جمع کیا جائے گا اس کا نام ہے:

(الف) عالم برزخ (ب) حشر کا میدان

(ج) پل صراط (د) قیامت

2. قرآن مجید کو کون سی چیز دوسری کتابوں سے ممتاز کرتی ہے:

(الف) حفاظت (ب) ضخامت

(ج) قدامت (د) جدت

ہدایات برائے اساتذہ کرام

الہامی کتابوں کے متعلق درج ذیل عنوانات پر تفصیل سے روشنی ڈالیے۔

۱۔ الہامی کتابیں اور صحیفے: تعارف اور ایمان لانا۔

۲۔ سابقہ الہامی کتابوں کی موجودہ صورت حال اور ان کی حفاظت۔

۳۔ قرآن مجید کے لیے حفاظت کا وعدہ۔

(ب) عبادات

تدریسی معیار

(قرآن مجید اور سنت کی روشنی میں)

- اسلام میں عبادت کا تصور جان کر بیان کر سکیں۔

عربی زبان میں انتہائی عاجزی کو 'عبادت' کہتے ہیں۔ شریعت کی رو سے ہر وہ نیک عمل جو خلوص نیت سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا جائے، اسے عبادت کہتے ہیں۔ عبادت کا بہترین طریقہ سنت رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی عبادت کے لائق ہے۔

اسلام میں عبادت کا تصور بہت وسیع ہے۔ مثلاً: کسی مصیبت زدہ کی مدد کرنا، کسی مظلوم کی دادرسی کرنا، گھر والوں کی ضروریات پوری کرنا، حلال روزی کمانا، اولاد کی تعلیم و تربیت اور ہر وقت اللہ کا ذکر کرنا وغیرہ عبادت کی اقسام ہیں۔

ان میں سے اہم فرضی عبادات نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج ہیں، جو مستقل اور بڑی عبادات ہیں۔

حاصلات تعلم

(قرآن مجید اور سنت کی روشنی میں)

- نماز (صلوٰۃ) کی معنی اور مفہوم جان کر بیان کر سکیں۔
- نماز کی اہمیت اور فضیلت سمجھ کر بیان کر سکیں۔
- روز مرہ زندگی میں نماز کے انسان پر انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لیے فوائد اور اس کے اثرات بیان کر سکیں۔

نماز (صلوٰۃ) کی معنی اور مفہوم: عربی میں نماز کو 'الصلوٰۃ' کہتے ہیں۔ نماز عبادت کا ایک انداز ہے جس میں تکبیر تحریمہ، قیام، تلاوت قرآن، رکوع، سجدہ، آخری قعدہ، تشہد، مختلف تسبیحات، دعائیں، درود شریف اور سلام شامل ہے۔

نماز کی اہمیت: نماز اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہے، جو ہر مسلمان، عاقل و بالغ، مرد و عورت پر دن اور رات میں پانچ مرتبہ فرض ہے۔ ہجرت سے ایک سال قبل آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کو معراج کے موقعے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت کے لیے پانچ نمازیں بطور تحفہ عنایت کی گئیں۔ قرآن مجید میں اس عبادت کا سب سے زیادہ ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔ (سورۃ الروم آیت 31)

حدیث شریف کے مطابق سات سال کی عمر میں نماز شروع کرنے کا حکم ہے اور دس سال کی عمر میں اس کی سختی سے تاکید کی گئی ہے اور والدین کو اولاد پر سختی بھی کرنی چاہیے۔ نماز فرض ہونے کے بعد جان بوجھ کر چھوڑ دینا گناہ کبیرہ ہے۔ نماز کے کچھ آداب اور شرائط ہیں جو ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

- اسلام، عقل، سترِ عورت، استقبال قبلہ۔
- نماز سے پہلے جسم، کپڑے اور جگہ پاک اور صاف ہونے چاہئیں۔
- نماز سے پہلے وضو کرنا ضروری ہے۔
- نماز مقررہ وقت پر ادا کرنی چاہیے۔
- نیت کرنا۔

- باجماعت نماز پڑھنے کا ثواب اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس گنا زیادہ ہے۔
- خشوع و خضوع سے نماز پڑھنا۔

حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے ہمیشہ نماز کی تاکید فرمائی ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اپنے وصال کی آخری گھڑی میں بھی نماز کی تلقین کرتے رہے جس سے نماز کی عظمت اور اہمیت کا پتا چلتا ہے۔

نماز کے انفرادی اور اجتماعی فوائد: نماز ایک جامع عبادت ہے، جس میں انسان کے لیے انفرادی اور اجتماعی فوائد ہیں۔ انفرادی طور نماز مسلمان کو حقیقی رب کے سامنے عاجزی کا درس دیتی ہے۔ یہ اللہ کی خوشنودی اور غیر اللہ سے لاتعلقی کا درس دیتی ہے۔ نماز ادا کرنے والا شخص خود کو مطمئن اور پر اعتماد محسوس کرتا ہے۔ نماز پڑھنے سے جسم اور لباس پاکیزہ اور باوقار ہو جاتے ہیں۔ سائنسی طور نماز کے ارکان کو انجام دینا جیسے: قیام، رکوع، سجدہ بھی جسم کی صحت کے لیے ضروری ہیں۔ رکوع اور سجدہ کرنے سے دماغ میں خون کی روانی بڑھتی ہے اور احساس میں تازگی پیدا ہوتی ہے۔ برائی سے مقابلہ کرنے کے لیے نماز بہترین مشق ہے۔ نماز معاشرے میں اجتماعیت کا ماحول پیدا کرتی ہے اور وقت کی پابندی کا درس دیتی ہے، خصوصاً باجماعت نماز، جمعہ اور عیدین کی نمازیں آپس میں اتحاد کا درس دیتی ہیں۔ اگر کسی علاقے کے تمام باشندے اسلام کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق نماز ادا کریں تو وہ علاقہ تمام برائیوں سے پاک ہو سکتا ہے۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. نماز کی فضیلت اور اہمیت پر نوٹ تحریر کیجیے۔
2. نماز کے انفرادی اور اجتماعی فوائد تحریر کیجیے۔

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. عبادت کسے کہتے ہیں؟
2. نماز کی فرضیت کا تحفہ کب اور کیسے ملا؟
3. نماز کے کچھ آداب اور شرائط بیان کیجیے۔

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے

1. اللہ تعالیٰ کے سامنے انتہائی عاجزی کرنے کو کہتے ہیں:

(الف) توحید (ب) ایمان

(ج) اسلام (د) عبادت

2. نماز کے لیے عربی میں لفظ استعمال ہوتا ہے:

(الف) الصوم (ب) النوم

(ج) الصلاۃ (د) الفلاح

3. سبق کے مطابق اکیلے نماز ادا کرنے مقابلے میں باجماعت پڑھنے کا ثواب ہے:

(الف) 27 گنا (ب) 25 گنا

(ج) 20 گنا (د) 10 گنا

ہدایات برائے اساتذہ کرام طلباء اور طالبات سے نماز کے روحانی اور سماجی فوائد پر باہمی مذاکرات کے بعد نکات تحریر کروائیں۔

حاصلاتِ تعلم

(قرآن مجید اور سنت کی روشنی میں)

- زکوٰۃ کی معنی اور مفہوم جان کر بیان کر سکیں۔
- زکوٰۃ کی اہمیت اور فضیلت سمجھ کر بیان کر سکیں۔
- زکوٰۃ کا نصاب اور اس کے مصارف اور احکام جان کر بیان کر سکیں۔
- زکوٰۃ کی ادائی کے کچھ اصول سمجھ کر بیان کر سکیں۔
- روزمرہ زندگی میں زکوٰۃ کے مالی، معاشرتی اور روحانی فوائد لاگو کر سکیں۔

زکوٰۃ کی معنی ومفهوم: عربی زبان میں 'زکوٰۃ' کے معنی 'پاک کرنا' کے ہیں۔ شریعت میں مال کی ایک خاص مقدار پر پورا سال گزر جانے کے بعد اس کے نصاب کے مطابق اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اسے شرعی مستحقین کو دینے کا نام 'زکوٰۃ' ہے۔ زکوٰۃ ہر صاحب نصاب اور بالغ وعاقل مرد اور عورت پر فرض ہے۔

زکوٰۃ کی فضیلت اور اهمیت: زکوٰۃ اسلام کا ایک اہم رکن اور مالی عبادت ہے، اس کا مقصد معاشرے کے ضرورت مندوں کی مدد کرنا اور مسلمان کے دل سے دنیا کی محبت اور لالچ کو کم کرنا ہے۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر آیا ہے۔ مثلاً: اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ۔ ترجمہ: نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ (سورۃ المزمل: آیت 20)

زکوٰۃ، صاحب نصاب پر سال میں ایک بار فرض کی گئی ہے اور یہ ایک بہت ہی اجر وثواب والی عبادت ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار یا کوتاہی کی صورت میں سخت عذاب کی خبر دی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے، ترجمہ: اے ایمان والو! جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انھیں دردناک عذاب کی خبر دے دو۔ (سورۃ التوبہ: آیت 34) حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا جو شخص خوشنودی سے اپنے مال میں سے زکوٰۃ دے گا اسے ایمان کی لذت ملے گی۔ (سنن ابو داؤد: 1580)

قبیلہ قضاعہ کا ایک شخص سیدنا نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس آیا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ میں دن میں پانچ وقت نماز پڑھوں گا، رمضان کے روزے رکھوں گا، قیام کروں گا اور زکوٰۃ دوں گا۔ اس کے جواب میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ جس

نے ایسا کیا وہ صدیقین اور شہداء کے درجے پر ہو گا۔ (مسند احمد 522/39) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں زکوۃ سے انکار کرنے والوں سے جہاد کیا۔

نصاب زکوۃ: نصاب سے مراد وہ مال ہے جو ساڑھے سات تولے سونا یا ساڑھے باون تولے چاندی کی شکل میں ہو یا نقدی اور تجارتی سامان پر مبنی سونا یا چاندی کی مذکورہ مقدار میں سے کسی ایک کے برابر ہو۔ اس پر اس مال کا چالیسواں حصہ (ڈھائی فیصد) ایک سال کے بعد ادا کرنا واجب ہے۔

مصارف زکوۃ: زکوۃ کے حقدار کو 'مصرف' کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم کی سورۃ التوبہ کی آیت نمبر 60 میں زکوۃ کے آٹھ مصارف بیان کیے گئے ہیں۔

1. الفقراء: فقیر اور محتاج، وہ لوگ جن کے پاس کچھ نہیں ہو۔
2. المساکین: مساکین اور حاجت مند جن کے اخراجات مشکل سے پورے ہوتے ہوں۔
3. العاملین: محکمہ زکوۃ میں تعینات عملے کی تنخواہ وغیرہ کے لیے۔
4. المؤلفة قلوبهم: وہ غیر مسلم جن کا مقصد انھیں اسلام کی طرف راغب کرنا ہے۔
5. الرقاب: غلام اور قیدی۔
6. الغارمین: مقروض۔
7. فی سبیل اللہ: اللہ کی راہ میں کام کرنے والا اور مجاہد۔
8. ابن السبیل: مسافر۔

زکوۃ کی ادائیگی کے مسائل: زکوۃ ایک فرض ہے جو مالدار مسلمان (مرد و عورت) ادا کرتے ہیں۔ قریبی رشتے داروں جیسے: ماں، باپ، بیوی، بیٹی، بیٹے کو زکوۃ دینا جائز نہیں کیوں کہ شریعت نے ان کی کفالت اور سرپرستی کا حکم دیا ہے۔ البتہ ان کے علاوہ رشتے داروں کو زکوۃ دینا باقی مستحقین سے افضل ہے۔ عام طور پر ایک علاقے سے زکوۃ وصول کر کے اسی علاقے کے مستحق لوگوں میں تقسیم کر دی جائے۔ البتہ وہاں مستحق نہ ہونے کی بناء پر دیگر علاقوں میں ادا کی جائے۔

سیلاب، زلزلے اور خشک سالی کے حالات: دنیا کے کاروبار، قواعد و ضوابط حکومت اور ریاست کے زیر انتظام ہیں جو اپنی رعایا کی سہولت کے لیے انتظامات کرتی ہے۔ پاکستان سمیت دنیا بھر میں بارشوں، سیلابوں، زلزلوں، خشک سالی اور کورونا جیسی وبائی امراض اور سیلاب جیسی ہنگامی صورت حال سے عوام کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ ایسے میں دولت مندوں کو چاہیے کہ وہ زلزلے، سیلاب، خشک سالی یا وبائی امراض کے متاثرین کے لیے رقم، مصنوعات، روزمرہ استعمال کی اشیاء اور ضرورت سے زیادہ ہر چیز عطیہ کریں۔

زکوۃ کے فوائد: زکوۃ ایک ایسا فریضہ ہے جس کے بہت سے فائدے ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں: * سرمایہ دارانہ نظام میں جہاں سود اور غیر شرعی حدود سے غربت بڑھتی ہے، وہاں زکوۃ کی ادائی سے غربت میں کمی آتی ہے اور لوگوں کی معاشی حالت بہتر ہوتی ہے * صاحب زکوۃ لوگ زکوۃ کی ادائیگی کے بعد زیادہ سرمایہ کاری کرتے ہیں جس سے ملکی معیشت مستحکم ہوتی ہے۔ بھاری صنعتی ٹیکسوں کے مقابلے میں، امیر لوگ خوشی اور ایمانداری سے زکوۃ ادا کرتے ہیں۔ * زکوۃ کی ادائی سے ایک طرف معاشرے کے غریبوں کی مدد ہوتی ہے اور وہ بے صبری، معاشرتی برائیوں، بھوک اور افلاس سے بچ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ دوسری طرف امیر لوگوں کی دولت کے حصول کی خواہش کم ہو جاتی ہے۔

سرگرمی برائے طلبہ وطالبات

زکوۃ، زکوۃ کا نصاب، مصارف زکوۃ اور جن چیزوں میں زکوۃ لازم ہے، ان کے بارے میں ایک چارٹ بنائیے، استاد سے منظور کرائیے اور اپنی اسائنمنٹ فائل میں محفوظ کر لیجیے۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. زکوۃ کی اہمیت بیان کیجیے۔
2. زکوۃ کے مصارف بیان کیجیے۔

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. زکوۃ کا مفہوم کیا ہے؟
2. صاحب نصاب سے کیا مراد ہے؟
3. زکوۃ کے کوئی بھی پانچ فائدے تحریر کیجیے۔

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. لفظ 'زکوۃ' کے لفظی معنی ہیں:

(الف) کمائی (ب) مال

(ج) پاکیزگی (د) نفع

2. سال میں زکوۃ لازم ہوتی ہے:

(الف) چار مرتبہ (ب) تین مرتبہ

(ج) دو مرتبہ (د) ایک مرتبہ

3. زکوۃ کے مصارف ہیں:

(الف) 7 (ب) 8

(ج) 9 (د) 10

حاصلات تعلم

(قرآن مجید اور سنت کی روشنی میں)

- روزے کی معنی اور مفہوم جان کر بیان کر سکیں۔
- روزے کی اہمیت اور فضیلت جان کر بیان کر سکیں۔
- روزے کی برکات اور اثرات سمجھ کر بیان کر سکیں۔
- رمضان المبارک کی فضیلت اور شب قدر (لیلۃ القدر) کی اہمیت اور فضیلت جان کر بیان کر سکیں۔
- روزمرہ زندگی میں روزے کے انسانی زندگی پر اثرات اور فائدے بیان کر سکیں۔

روزے کے معنی و مفہوم: عربی زبان میں روزے کو 'الصوم' کہتے ہیں، جس کے لغوی معنی رکنے یا بچنے کے ہیں، اور شریعت میں صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے، پینے اور جنسی خواہشات سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے پرہیز کرنے کے عمل کو 'روزہ' کہتے ہیں۔

روزے کی اہمیت اور فضیلت: ہر عاقل، بالغ، مسلمان مرد اور عورت پر رمضان کے تمام ایام کے روزے رکھنا فرض ہیں۔ روزہ اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ ترجمہ: مومنو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیز گار بنو۔ (سورۃ البقرہ: آیت 183)

روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس کے بہت سے جسمانی اور روحانی فائدے ہیں۔ سیدنا حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی قدسی حدیث میں اللہ رب العزت کا فرمان ہے: اَلصَّوْمُ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ۔ ترجمہ: روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ (صحیح بخاری: 7492) ایک اور حدیث میں ہے آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ہے کہ جس نے ایمان اور ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ (صحیح البخاری:38)

روزے کی برکات اور اثرات: روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو مومن کو تقویٰ، تحمل اور ضبط نفس، خود کو بُرائی سے بچانے اور نیکی جیسی صفات سکھاتی ہے، روزہ رکھتے اور افطار کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی برکتیں اور رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ افطار دعاؤں کی قبولیت

کا وقت ہوتا ہے۔ جو شخص روزے کے آداب کا خیال نہیں رکھتا اسے بھوک اور پیاس کے سوا کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ روزہ بہت سی دوسری عبادات کے اہتمام میں مدد کرتا ہے۔

رمضان المبارک کی فضیلت: رمضان کا مہینا بابرکت ہے جس میں قرآن کریم انسانوں کی ہدایت کے لیے نازل ہوا۔ رمضان المبارک میں مساجد اور گھروں میں قرآن مجید کی تلاوت کا بہت اہتمام ہوتا ہے۔ اسی مہینے میں آسمانی کتابیں نازل ہوئیں، روزے فرض ہوئے، شب قدر جیسی بابرکت رات ملی اور ہر نیک کام کا اجر و ثواب بڑھا دیا گیا، وغیرہ۔

لیلۃ القدر کی فضیلت و اہمیت: رمضان کے آخری عشرے میں ایک رات 'لیلۃ القدر' یا 'شب قدر' بھی ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ اس رات کو خفیہ رکھا گیا ہے تاکہ لوگ اس عشرے کی طاق راتوں میں اچھی طرح عبادت کر سکیں۔ جس کو یہ رات نصیب ہو گی اسے ہزار مہینوں کی عبادت کرنے سے زیادہ ثواب ملے ملتا ہے۔

روزے کے فائدے اور انسانی زندگی پر اثرات: روزے سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور جسمانی صحت بھی بہتر ہوتی ہے۔ انسان نیکی اور پرہیزگاری کے کام کرنے کی کوشش کرتا ہے اور برائیوں سے اجتناب کرتا ہے۔ خیر خیرات، صدقات اور فطرے کے ذریعے معاشرے کے غریب اور نادار لوگوں کی مدد کرتا رہتا ہے جو اتحاد کے لیے بہترین عمل ہیں۔ پورے مہینے کی عملی مشق سے انسان کو جسمانی، روحانی، انفرادی اور اجتماعی اور دیگر بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. روزے کی فضیلت اور اہمیت پر نوٹ تحریر کیجیے۔
2. روزہ رکھنے کے فائدے اور انسانی زندگی پر پڑنے والے معاشی اثرات بیان کیجیے۔

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. روزے کے معنی اور مفہوم بتائیے۔
2. لیلۃ القدر کی کیا فضیلت ہے؟
3. روزہ رکھنے کے کوئی پانچ فائدے تحریر کیجیے۔

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے

1. روزے کو عربی میں کہا جاتا ہے:

(الف) الشہر (ب) الصوم

(ج) القدر (د) القیام

2. سورۃ القدر کے مطابق لیلۃ القدر زیادہ افضل ہے:

(الف) ایک مہینے سے (ب) سو مہینوں سے

(ج) ہزار مہینوں سے (د) دس مہینوں سے

3. قرآن مجید کی روشنی میں آپ پر روزے فرض ہیں اس لیے کہ آپ بن جائیں:

(الف) روزے دار (ب) پرہیز گار

(ج) سچا (د) فرمانبر دار

ہدایات برائے اساتذہ کرام

درج ذیل اصطلاحات کی وضاحت اور تشریح چارٹ پر لکھ کر کلاس میں آویزہ کروائیں۔

الصوم (روزہ)	سحری	افطار
تراویح	لیلۃ القدر	اعتکاف
فطرہ	فدیہ	کفارہ

حاصلاتِ تعلم

(قرآن مجید اور سنت کی روشنی میں)

- حج کے لغوی معنی اور اصطلاحی مفہوم اور اہمیت جان کر بیان کر سکیں۔
- مناسک حج جان کر بیان کر سکیں۔
- عمرے کا مفہوم، اہمیت اور فضیلت جان کر بیان کر سکیں۔
- مدینہ منورہ کی زیارت کی اہمیت جان کر بیان کر سکیں۔
- روزمرہ زندگی میں انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر اثرات کو بیان کر سکیں۔

حج کے معنی ومفہوم: عربی میں حج کا مطلب ہے: ارادہ کرنا۔ شریعت کی رو سے حج کے ایام میں بیت اللہ کی زیارت اور دیگر مخصوص اعمال انجام دینے کو 'حج' کہتے ہیں۔ حج اسلام کا ایک اہم رکن ہے، جو ہر صاحب استطاعت، عاقل، بالغ مسلمان مرد اور عورت پر زندگی میں ایک بار فرض ہے، اور اس پر جو گھر کے اخراجات اور قرض ادا کرنے کے بعد حج کے سفر کے اخراجات رکھتا ہو ساتھ ساتھ امن کی حالت میں بھی ہو۔

حج کے فضائل واہمیت: حج ایک عظیم جسمانی اور مالی عبادت ہے، جس کے لیے بڑے اجر و ثواب کی بشارت ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا ترجمہ: اور لوگوں پر اللہ کا حق یعنی فرض ہے کہ جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے وہ اس کا حج کرے۔ (سورۃ آل عمران: آیت 97)

جس مسلمان نے تمام آداب کے ساتھ حج ادا کیا تو اس کے لیے گناہوں سے پاک ہونے کا ثبوت ہے۔ حضور کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: "مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ" ترجمہ: جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے حج کیا اور نفسانی خواہشات کی باتوں سے پرہیز کیا اور کوئی گناہ نہیں کیا وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے والے نئے بچے کی طرح ہے۔ یعنی: وہ گناہوں سے پاک ہو گیا۔ (صحیح بخاری حدیث 1521)

حج کی قسمیں: حج کی تین قسمیں ہیں: اِفْرَادُ، تَمَتُّعُ اور قِرَانُ۔

حج کے مناسک: حج کا آغاز مردوں کے لیے دو سفید چادروں اور عورتوں کے لیے ایک سادہ سا لباس پہننے سے ہوتا ہے، جسے 'احرام' کہتے ہیں۔ حضور کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے بیان کردہ مخصوص مقامات پر (جنھیں میقات کہا

جاتا ہے)عام کپڑے نکال کر درج بالا ذکر کردہ چادریں پہنی جاتی ہیں اور وہاں سے حج یا عمرہ کی نیت بھی لی جاتی ہے۔ اس کے بعد حج کی مختلف عبادات انجام دی جاتی ہیں جنہیں 'مناسک حج' کہتے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

طواف: کعبے کے گرد سات بار چکر لگانا۔

وقوف عرفات: عرفات ایک جگہ کا نام ہے جہاں نویں ذوالحج کو رکنا ضروری ہوتا ہے جسے 'وقوف عرفات' کہتے ہیں اور عرفات میں حجاج کرام ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ ادا کرتے ہیں۔

مزدلفہ: مزدلفہ وہ جگہ ہے جہاں 10 ذی الحج کی رات عازمین حج، مغرب اور عشا کی نماز ایک ساتھ ادا کرتے ہیں۔

رمی الجمار: رمی کے معنی پتھر مارنا ہے اور جمار، جمرہ کی جمع ہے جس کے معنی تین ستون ہیں۔ جو جمرۃ اولیٰ، جمرۃ وسطیٰ اور جمرۃ کبریٰ کے ناموں سے منیٰ کے میدان میں موجود ہیں۔ انہیں کنکریاں مارنے کو 'رمی الجمار' کہتے ہیں۔

قربانی: جو عازمین حج قران یا تمتع کرتے ہیں، ان پر قربانی واجب ہے، یہ قربانی سنت ابراہیمی کی یاد میں کی جاتی ہے۔

صفاو مروہ کی سعی: صفاو مروہ دو پہاڑیوں کے نام ہیں جن کے درمیان حج اور عمرہ کے دوران طواف کے بعد سات چکر پورے کیے جاتے ہیں۔

حج کے فوائد: اللہ تعالیٰ کی طرف سے حج فرض ہے، جس میں انسان جانی، مالی اور روحانی لحاظ سے تمام عبادات کی ادائی کا شرف حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کا اظہار کرتا ہے۔ حج میں تمام گورے اور کالے، عرب و عجم وغیرہ بلا تفریق بارگاہ الٰہی میں پکارتے ہیں، یہ عمل بھی انسانی مساوات کا ثبوت ہے۔ دنیا بھر کے لوگ ایک دوسرے سے واقف ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے حالات سے واقف ہوتے ہیں اور مختلف ممالک کی اشیاء کی تجارت، اسلامی اخوت اور بھائی چارہ، باہمی ہمدردی اور دکھ درد کا بھی علم ہوتا ہے۔

عمرہ: حج کے ایام کے علاوہ باقی دنوں میں احرام کے ساتھ زیارت کی نیت سے خانہ کعبہ کا طواف کرنے، صفاو مروہ کے درمیان سعی کرنے اور حلق یا قصر سے احرام کھولنے کو 'عمرہ' کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ۔ ترجمہ: اور اللہ کے لیے حج اور عمرہ پورا کرو۔ (سورۃ البقرہ آیت نمبر 192)۔ حضور کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے عمرے کے ثواب کا تذکرہ کرتے فرمایا: اَلْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا، وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ۔ ایک عمرے سے دوسرے عمرے تک کا عرصہ گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور (نیکی والا حج) کا بدلہ جنت ہے۔ (صحیح بخاری: 1773)

عمرہ کرنا سیدنا نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی سنت ہے۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے چار عمرے اور ایک حج ادا فرمایا۔ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حج

اور عمرہ کرنے کی ترغیب دی۔ عمرہ کرنے سے انسان کو مقدس مقامات کی زیارت اور برکت حاصل ہوتی ہے۔ عمرہ گناہوں سے نجات کا ذریعہ ہے۔ جو لوگ حج کی طاقت اور حیثیت نہیں رکھتے وہ عمرہ کر کے یہ سعادت حاصل کر سکتے ہیں۔

مدینہ شریف کی زیارت: سیدنا حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ ہمارے لیے باعث رحمت اور شفاعت ہیں۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے وصال کے بعد آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے مقدس شہر مدینہ منورہ اور روضہ اطہر کی حاضری دینا بھی باعث اجر و ثواب ہے۔ حج و عمرہ کرنے والے اور مدینہ منورہ جانے والے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ مسجد نبوی اور روضہ اطہر کی حاضری دے اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے روضہ مبارک کے پاس باادب کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھ کر رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کرے۔ مدینہ منورہ کو حضور کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی نسبت سے 'مدينة النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ' (نبی کا شہر) کہا جاتا ہے۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. حج کی اہمیت بیان کیجیے۔
2. مناسک حج تحریر کیجیے۔

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. سعی کیا ہے؟
2. حج کے فوائد بیان کیجیے۔
3. عمرہ کیا ہے؟ اس کے متعلق بتائیے۔

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. لفظ 'حج' کے معنی ہیں:

(الف) احرام باندھنا (ب) طواف کرنا

(ج) ارادہ کرنا (د) تلبیہ کرنا

2. حج کی اقسام ہیں:

(الف) دو (ب) تین

(ج) چار (د) پانچ

3. صاحب حیثیت لوگوں پر زندگی میں حج فرض ہے:

(الف) ہر سال (ب) جب طاقت ہو

(ج) ایک بار (د) دو بار

ہدایات برائے اساتذہ کرام

طلبہ و طالبات کو اقسام حج کا مفہوم سمجھائیے۔

1۔ افراد 2۔ تمتع 3۔ قران

ح: سیرت طیبہ/ اسوۂ حسنہ

تدریسی معیار

(قرآن مجید اور سنت کی روشنی میں)

- سیرت طیبہ کا تعارف سمجھ کر بیان کر سکیں۔
- رحمت للعالمین کا مطلب اور مفہوم جان کر بیان کر سکیں۔

تعارف: لفظ 'سیرت' کے معنی ہیں 'عادت اور انداز' اور 'طیبہ' کا مطلب ہے 'پاکیزہ'۔ 'سیرت طیبہ' سے مراد حضور اکرم صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے رہن سہن، اخلاق و آداب، عبادات اور طرز زندگی ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لیے 'اسوۂ حسنہ' قرار دیا ہے اور اس پر عمل کرنے کی تلقین کی ہے۔

حضور اکرم صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی حیات مبارکہ کے بارے میں دنیا کی ہر زبان میں بے شمار تصانیف و تالیف کی گئی ہیں، اس لیے سیرت نگاری اسلامی ادب کا ایک منفرد موضوع ہے، جس میں شعر و شاعری کو نعت اور مولود شریف کے نام سے، جب کہ نثر کو سیرت نگاری یا سیرت النبی صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے عنوان سے جانا جاتا ہے۔ آپ صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی بے شمار خوبیوں اور اوصاف میں سے آپ کا 'رحمۃ للعالمین' کی وصف موصوف ہونا امت کے لیے کسی عظیم نعمت سے کم نہیں۔

سیرت طیبہ کے اس حصے میں حضور کریم صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی حیات مبارکہ بحیثیت ایک سماجی مصلح اور معاشرے کے کمزور طبقات کے لیے رحمت کے طور پر ان کے ظہور پذیر ہونے پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے نوجوان طلبہ اور طالبات آپ صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرت طیبہ سے سبق حاصل کریں اور بہترین زندگی کا عملی مظاہرہ کریں۔

یہاں حضور اکرم صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ بحیثیت رحمۃ للعالمین اور حضور اکرم صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ بحیثیت معلم و مربی، منتظم، سپہ سالار اور منصف کے اسباق شامل کیے گئے ہیں۔

حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ بحیثیت رحمۃ للعالمین

(بچوں، عورتوں، غلاموں، یتیموں، مسکینوں، ضعیفوں اور عام انسانوں اور حیوانات کے لیے رحمت)

حاصلات تعلم

(قرآن مجید اور سنت کی روشنی میں)

- حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا بچوں، عورتوں، غلاموں، یتیموں، مسکینوں، ضعیفوں، عام انسانوں اور حیوانات کے لیے رحمت للعالمین ہونے کے متعلق جان کر بیان کر سکیں۔
- روز مرہ زندگی کے مختلف شعبوں میں حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے اسوۂ حسنہ کو جان کر اس کی پیروی کر سکیں۔

لفظ 'رحمت' کے لغوی معنی رحم، شفقت اور مہر کے ہیں۔ 'العالمین' عالم کی جمع ہے جس کے معنی تمام جہان ہیں۔ 'رحمۃ للعالمین' کا مطلب ہے کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی طرف سے دنیا کی کسی مخلوق کو تکلیف نہ پہنچائی بلکہ ان کے جان و مال کی پاسداری فرمائی تاکہ کسی کو بھی ان کے ساتھ زیادتی کرنے کا موقع نہ ملے۔

مخلوقات میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے آخری نبی سیدنا حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ ہیں۔ جن کے لیے قرآن مجید فرماتا ہے: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ ترجمہ: ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (سورۃ الانبیاء آیت: 107)

حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نہ صرف اپنے اور قریبی لوگوں کے لیے رحمت تھے، بلکہ آپ کی رحمت سے اپنے پرائے سب بہرہ ور ہوتے تھے۔ حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی رحمت عام تو تھی ہی لیکن بچے، عورتیں، غلام، یتیم، غریب، بوڑھے، عام لوگ اور جانور وغیرہ پر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی رحمت بہت زیادہ تھی۔

بچوں پر شفقت اور رحمت: حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ بچوں سے بے پناہ شفقت، پیار اور محبت فرماتے تھے اور اپنی گود میں بٹھا کر کھلایا کرتے تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے نواسے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما دوران نماز آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی پیٹھ مبارک پر سوار ہو جاتے تھے لیکن آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے کبھی بھی انھیں نہیں روکا اور انھیں اپنے مبارک کندھوں پر اٹھائے پھرتے تھے، یہاں تک کہ دوران نماز بھی اگر حسنین کریمین آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے کندھوں پر بیٹھ جاتے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ انھیں نہیں اُتارتے تھے۔ بچوں کے ساتھ آپ کا رویہ ہمیشہ رحمت اور شفقت والا تھا۔ بلکہ اگر کوئی بات سمجھانی ہوتی تو نرمی اور شفقت سے ان کی تربیت کرتے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ بچوں کے حقوق کی پامالی کو برداشت نہیں کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال تک حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت کی لیکن آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے کبھی بھی مجھ سے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا یا ایسا کیوں نہیں کیا؟ اور کبھی سختی سے مخاطب نہیں ہوئے۔ (صحیح بخاری: 6038)

حضرت عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک چھوٹا بچہ تھا تو میں سیدنا حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی نگرانی میں رہتا تھا، ایک دفعہ کھانے کے دوران میرا ہاتھ تھالی میں ادھر ادھر چل رہا تھا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اے لڑکے! بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر اپنی طرف سے اور داہنے ہاتھ سے کھایا کرو۔ (صحیح بخاری: 5377)

عورتوں کے لیے رحمت: اسلام سے پہلے پوری دنیا اور بالخصوص عرب کی عورتیں بہت زیادہ مظلوم تھیں۔ انھیں مال و دولت سمجھا جاتا تھا۔ ان کے رشتے دار ان کی پیدائش پر اس قدر ناراض ہوتے تھے کہ کبھی کبھی انھیں زندہ دفن کر دیتے تھے اور انھیں معاشرے میں بہت ادنیٰ درجہ دیا جاتا تھا۔ حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے جب اسلام کا پیغام لائے تو ہر عورت کو ماں، بیوی، بہن اور بیٹی کا درجہ دیا اور ان کے حقوق کا تعین کیا۔ انھیں اپنے شوہر، بھائی، باپ اور اولاد کے لیے باعث عزت بنایا اور ان کی حفاظت اور کفالت کی ذمے داری ان پر ڈال دی اور انھیں مال و جائداد رکھنے اور باوقار زندگی گزارنے کا موقع دیا گیا۔ وہ اپنے والدین کی وراثت میں سے حصہ لیں گی اور دوسرے بھی ان کے وارث بن جائیں گے۔ سیدنا حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ تمام مسلم اور غیر مسلم خواتین کی بے حد عزت و تکریم کرتے تھے ایسے معاشرے میں جہاں بیٹی پیدا ہونے کو عار سمجھا جاتا تھا، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ

وَسَلَّمَ اپنی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا کھڑے ہو کر استقبال کیا کرتے تھے۔ آپ تو غیر مسلم عورتوں پر بھی اپنی چادر ڈال کر ان کا احترام کرتے تھے۔

غلاموں کے لیے رحمت: غلاموں اور کنیزوں کا رواج زمانہ قدیم سے پوری دنیا میں رائج تھا جن پر انتہائی ظلم و زیادتی کی جاتی تھی۔ حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے اپنی زندگی مبارک میں غلاموں اور کنیزوں کو باوقار اور خود مختار زندگی گزارنے کے حقوق کی بنیاد رکھی اور ہمیشہ اس کی تاکید فرمائی۔ آپ نے غلام یا کنیز کے آزاد کرنے کو عبادت قرار دیا تاکہ زیادہ سے زیادہ غلام آزاد ہو سکیں۔ انھیں کپڑے، کھانے پینے اور اچھی تعلیم و تربیت کی تلقین فرمائی، یہی وجہ تھی کہ آپ کی شفقت و محبت کے نتیجے میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنی آزادی کو قربان کر دیا اور سیدنا حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی غلامی پر فخر محسوس کیا اور اپنے والدین کے ساتھ واپس جانے سے انکار کر کے آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں رہنے کو ترجیح دی۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے غلامی کی سختیاں سہنے کے بعد آزادی حاصل کی اور سیدنا حضور کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی مسجد نبوی کے موذن مقرر ہوئے، انھیں آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے ذریعے ایسی آزادی ملی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ان کا اعلیٰ مرتبہ اور مقام شمار ہوا کرتا تھا۔ بعد میں آپ کو اسلامی ریاست میں گورنر کا عہدہ عطا کیا گیا۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا، حضور کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے والد گرامی حضرت عبد اللہ کی کنیز تھیں۔ مگر آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے ہمیشہ انھیں ماں کا درجہ دیا اور اس کی ہر ضرورت اور حاجت کو پورا فرمایا۔ (صحیح مسلم: 1771) سیدنا حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے خطبہ حجۃ الوداع میں واضح فرمایا کہ نہ کسی کالے کو گورے پر اور نہ کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت حاصل ہے سوائے تقویٰ کے۔ (مسند احمد: 23489)

یتیموں اور مسکینوں کے لیے رحمت: یتیم ہر وہ بچہ ہے جو نابالغ ہو اور جس کا باپ فوت ہو جائے۔ جب کہ مسکین سے مراد وہ شخص ہے جو غریب اور معاشی طور پر کمزور ہو۔ حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ معاشرے کے کمزور اور نادار لوگوں کو بھرپور انداز میں تسلی دیتے تھے۔ اور ہر ممکن طریقے سے ان کی مدد کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ان میں غریب اور یتیم بھی شامل ہیں۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر یتیموں اور مسکینوں کا ایک ساتھ ذکر آیا ہے۔ یتیم اور مسکین بھی زکوٰۃ کے مصارف میں شامل ہیں۔ ایک مسکین آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں سوالی بن کر

آیا۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے ان سے پوچھا: کیا تمھارے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا: جناب! ایک پیالہ ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے بیچ دو اور کلھاڑی خرید لو۔ پھر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے دست مبارک سے اس کلھاڑی میں ایک دستہ لگا کر اسے فرمایا: تم کلھاڑی سے لکڑیاں کاٹ کر انھیں بیچ کر اپنا پیٹ پالو، یہ لوگوں کے سامنے سوال کرنے سے بہتر ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے یتیموں کے بارے میں فرمایا: "انا وکافل الیتیم فی الجنة کھاتین " ترجمہ: میں اور یتیم بچے کی پرورش کرنے والا جنت میں ان دو انگلیوں (درمیانی انگلی اور شہادت کی انگلی) کی طرح اکٹھے ہوں گے۔

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے ہمیشہ غریبوں اور یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کیا اور عملی طور پر اس کا ثبوت دیا۔ قرآن پاک میں ہے: "جو لوگ یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ ڈالتے ہیں اور وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالے جائیں گے۔"

بوڑھے اور عام انسانوں کے لیے رحمت: آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے اعلان نبوت سے پہلے عام لوگوں کا احترام بالکل نہیں کیا جاتا تھا۔ معمولی بات پر کسی کو قتل کرنا ان کے لیے بہت آسان تھا۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے ہر انسان کو اپنی جان، مال اور ناموس کے تحفظ اور عزت کا حق دیا۔ رشتے داروں، عزیز و اقارب، عورتوں، مردوں، بچوں اور کمزوروں کے حقوق کا تعین کیا۔ حضور کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جو ہمارے بڑوں اور بزرگوں کا احترام نہیں کرتا اور ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (سنن ابی داؤد: 4943) اسی طرح آپ کا فرمان مبارک ہے: کسی مومن سے بدکلامی کرنا گناہ ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے۔
(صحیح البخاری: 48)

فتح مکہ کے وقت حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے دشمنوں کو عام معافی دے کر دنیا کے سامنے رحمت للعالمین ہونے کا عملی مظاہرہ کیا۔ حضور کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی رحمت اور آپ کے پیغامِ ہدایت کی بدولت تمام انسان سیدھے راستے پر آ گئے اور ابدی نقصان سے بچ گئے۔ اس نعمت کو قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کی اس مہربانی کو یاد رکھنا جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمھارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے۔ (سورۃ آل عمران آیت 103)

جانوروں کے لیے رحمت: اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ترجمہ: اور زمین میں جو چلنے پھرنے والا حیوان یا اپنے پروں سے اڑنے والا پرندہ ہے ان کی بھی تم لوگوں کی طرح جماعتیں ہیں۔ (سورۃ الانعام آیت نمبر 38)

اس سے معلوم ہوا کہ زمین پر چلنے پھرنے والے جانوروں اور پرندوں کو زمین پر رہنے کا اتنا ہی حق ہے جتنا انسانوں کا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے یہ تمام چیزیں انسانوں کے فائدے کے لیے پیدا کی ہیں، اس لیے ضرورت کے وقت ان سے خوراک، سواری، بوجھ اٹھانے اور دیگر ضروریات کے لیے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، لیکن ان کی حق تلفی اور انھیں نقصان سے بچانے کے لیے پورا انتظام کرنا چاہیے۔ کیوں کہ پھل، پھول، بیل بوٹے، درخت اور پودے نہ صرف اس زمین کی زینت ہیں بلکہ انسانوں کی زندگی بھی ان سے وابستہ ہے۔ اس لیے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے غیر آباد زمین کو آباد کرنے، درختوں اور فصلوں کو بڑھانے کی ترغیب دی ہے اور اس عمل کو صدقہ جاریہ شمار فرمایا ہے۔ جو شخص پھل والے درخت یا اناج لگاتا ہے اور اس میں سے کوئی پرندہ یا جانور یا انسان کھاتا ہے تو اس شخص کے لیے ثواب لکھا جائے گا۔

حضور کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے ایک آدمی نے چڑیا کے گھونسلے سے ایک چوزہ نکالا تو اسے حکم فرمایا کہ اس چڑیا کو اس کا چوزہ واپس دو اور اسے تکلیف نہ دو۔ (سنن ابی داوٗد:3089) ایک دفعہ ایک باغ میں حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک اونٹ کو گڑاتے ہوئے سنا۔ تب آپ نے مالک سے فرمایا کہ اس اونٹ نے مجھ سے تمھاری شکایت کی ہے کہ یہ مجھے کھانا کم دیتا ہے اور وزن زیادہ رکھتا ہے۔ حضور کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے حکم دیا کہ اس کی اچھی طرح دیکھ بھال کرو۔ (سنن ابی داوٗد:2549)

حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے نہ صرف جانوروں کی اچھی خوراک اور ان کی دیکھ بھال کا اچھا انتظام کرنے کا فرمایا بلکہ ان کے ساتھ شفقت، نگہداشت اور بھلائی کی بھی تلقین فرمائی (سنن ابی داوٗد:2548)۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے جانوروں کو آپس میں لڑوانے (سنن ابی داوٗد:2562)، انھیں نشانی بازی کے لیے نشانہ بنانے (سنن دارمی: 2016)، اور ان کی طاقت سے زیادہ ان پر وزن رکھنے سے منع فرمایا۔ (کتاب الزہد از ابن المبارک، جلد:9، صفحہ:414)

سرگرمی برائے طلبہ وطالبات

حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف سے درج ذیل کے لیے رحمت ہونے کی کوئی مثال پیش کیجیے۔ بچے، عورتیں، غلام، یتیم اور مساکین، ضعیف، جانور، پرندے، درخت اور پودے۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. حضور کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ بحیثیت رحمۃ للعالمین ہونے پر نوٹ لکھیے۔

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. حضور کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ بچوں کے لیے کس طرح رحمت ہیں؟
2. عورتوں اور عام انسانوں کے لیے رحمت ہونے کی کچھ مثال بیان کریں:
3. یتیموں اور مسکینوں کو رحمت للعالمین سے کیا فیض حاصل ہوا؟

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. شفقت، رحم اور مہربانی کے لیے عربی لفظ کا استعمال ہوتا ہے:

(الف) برکت (ب) ہجرت

(ج) قدرت (د) رحمت

2. غلاموں کو آزاد کرنے کا رواج پڑا:

(الف) سیدنا حضور کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ کے دور میں (ب) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں

(ج) دور نبوت سے قبل (د) تابعین کے دور میں

3. حدیث کے مطابق یتیم پر شفقت اور مہربانی کرنے والا جنت میں ساتھ ہوگا:

(الف) حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ کے (ب) والدین کے

(ج) دوست کے (د) یتیم کے

حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ بحیثیت معلم اور مربی منتظم، سپہ سالار اور منصف

حاصلات تعلم

(قرآن مجید اور سنت کی روشنی میں)

- حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو بحیثیت معلم، مربی، منتظم، سپہ سالار اور منصف جان کر بیان کر سکیں۔
- روزمرہ زندگی میں سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو سمجھ کر پیروی کرنے کا جذبہ پیدا کر سکیں۔

جس ملک اور معاشرے میں حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی ولادت باسعادت ہوئی، وہ علم و اخلاق کی انتہائی پستی کو پہنچ چکا تھا۔ ادب، اخلاق اور تعلیم بہت کم گھرانوں تک محدود تھی، ایسی پسماندہ صورت حال کی وجہ سے اس دور کو 'دورِ جہالت' کہا جاتا ہے۔ اس صورت حال کے باوجود آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا خاندان مبارک علم، اخلاق اور کردار میں اعلیٰ اور ممتاز مقام رکھتا تھا۔

حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو اس دور میں بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے اخلاق و کردار کی وجہ سے صادق اور امین کے القاب سے پکارا جاتا تھا۔ اعلانِ نبوت کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی مزید خوبیوں اور اعلیٰ صفات کا ظہور ہوا جن میں بحیثیت معلم، مربی، منتظم، سپہ سالار اور منصف اہم ہیں۔

حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ بحیثیت معلم اور مربی: سیدنا حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی بے شمار اعلیٰ صفات میں سے جن خوبیوں کے بارے میں بیان فرمایا ہے ان میں ایک معلم بھی ہے۔ جسے اللہ تعالی نے قرآن مجید میں مسلمانوں پر احسان قرار دیا ہے۔ کیوں کہ تعلیم و تربیت ہی سے اعلیٰ شخصیات تیار ہوتی ہیں اور معاشرہ اور ملک ترقی کرتے ہیں۔

حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا طرز تعلیم، خیر خواہی، ہمدردی، مساوات اور نصیحت بھرا ہوتا تھا۔ تعلیم و تربیت میں کبھی سختی اور بے رحمی سے پیش نہیں آئے۔ مختصر اور جامع الفاظ میں اپنا موقف بیان فرماتے،

ضرورت پڑنے پر اہم بات کو بار بار دہراتے، سامعین کے سمجھنے کے لیے مثالیں بھی دیتے، اور بعض اوقات سوال وجواب کے ذریعے سامعین کو سمجھاتے۔ انھیں اچھے کام کرنے یا اپنے فرائض بخوبی انجام دینے کی ترغیب دی جاتی تھی اور دل جوئی کے لیے کسی کسی کو انعامات بھی دیتے تھے۔

حضور کریم صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے تعلیم وتربیت کے فروغ کے لیے تعلیمی ادارے اور اساتذہ تیار کروائے، جن کی محنت سے ان کی قیادت میں تھوڑے ہی عرصے میں معاشرے میں کچھ ایسی ہستیاں تیار ہوئیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے رَضِیَ اللہُ عنہم وَرَضُوۡا عَنۡہُ کا اعزاز عطا فرمایا۔ (سورۃ التوبہ آیت 100)

حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ بحیثیت منتظم: حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ اعلان نبوت کے بعد سے ہجرت مدینہ تک مسلمانوں کی ایک جماعت کے سربراہ اور امیر تھے۔ آپ کے پاس کسی علاقے یا ریاست کا انتظام نہیں تھا۔ اس دور میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ لوگوں کو فکری اور نظریاتی اعتبار سے مضبوط بنانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ایک جماعت کو منظم کرنا اور اسے سیاسی اعتبار سے ریاست پر حکومت کرنے کے قابل بنانا۔ آپ خود بھی اسے بخوبی چلاتے رہے اور ہر مرحلے پر اپنے جانثار ساتھیوں کو صبر وتحمل، دعوت وتبلیغ کی تلقین اور حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔ نتیجتاً صرف تیرہ سال کے قلیل عرصے میں جب یہ جماعت مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئی تو وہاں ملک کا انتظام سنبھالنے کے لائق ہو گئی۔ حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدد سے پہلی اسلامی ریاست قائم فرمائی، جس کے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ خود منتظم اور سربراہ ہوئے۔ سب سے پہلے دستور بنایا جسے 'میثاق مدینہ' کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد مواخات کے ذریعے مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے رہن سہن اور معاش کا مسئلہ حل فرمایا اور ساتھ ہی ریاست کی حفاظت کے لیے باقاعدہ فوجی انتظام کیا گیا۔ جس میں مجاہدین حسب روایت دشمنوں سے لڑتے رہے۔ تعلیم کی بہتری کے لیے صفہ اور دیگر ادارے قائم کیے گئے۔ آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے غریبوں، مسکینوں اور ضرورت مندوں کی دیکھ بھال کی بذات خود ذمے داری لی۔

حضور کریم صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے بہترین انتظام کی وجہ سے مدینہ منورہ ایک پرامن اور فلاحی ریاست بن گیا۔ جس میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کو جان، مال اور عزت کی حفاظت کا حق ملا۔ انھیں زراعت، فنون لطیفہ، دستکاری، تجارت اور جہاد کے شعبوں میں کام کرنے کی اجازت دی گئی۔ سیدنا حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللہُ

عَلَيۡهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے زندگی کے تمام معاملات کی بنیاد مشاورت پر رکھی اور ابتدا میں مسجد نبوی کو مشاورت، فیصلہ سازی، مہمان نوازی اور عبادت کے لیے مرکزی حیثیت حاصل تھی۔

حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ وَسَلَّمَ بحیثیت سپہ سالار: حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ وَسَلَّمَ امت کی تعلیم و تربیت، نیز دعوت و تبلیغ کی ذمے داریاں اعلان نبوت کے ساتھ ادا کرتے رہے، لیکن اس دور میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ وَسَلَّمَ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کسی مسلح سرگرمی میں حصہ نہیں لیا، یہاں تک کہ اسلامی ریاست کے تحت ہجرت کے بعد سنہ 2 ہجری میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلاء کلمۃ اللہ اور ریاست اسلامی کے دفاع کے لیے باقاعدہ فوج تیار کرنے کی اجازت ملی۔ اس لیے کہ نئی ریاست مدینہ کو دشمنوں کی طرف سے کافی خطرات تھے، دشمنوں کے ارادوں کو دیکھ کر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے مختلف سپہ سالار مقرر کرنے کے علاوہ بذات خود 27 غزوات میں بحیثیت سپہ سالار حصہ لیا۔

حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا ارادہ ان جنگی حربوں سے اپنی ذاتی حیثیت، مال و دولت اور دہشت میں اضافہ کرنا نہیں تھا، مگر زمین میں ظلم، زیادتی اور فساد ختم کر کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کی طرف راغب کرنا تھا۔ جو فریق اس مقصد راہ میں رکاوٹ بنے انھیں پہلے اسلام کی دعوت قبول کرنے یا ماتحت رہنے کی ہدایت کی جاتی تھی اور بعد میں مخالفت اور ہٹ دھرمی کرنے کی صورت میں انھیں جنگ کے ذریعے مقابلہ کرنے کا چیلنج دیا جاتا تھا۔ عام جنگی سربراہوں کے برعکس حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی ہر جنگی مہم خیر سگالی اور خیر خواہی کی راہ کے فروغ اور ریاست اسلامی کے دفاع کے لیے تھی اس لیے دشمن قوموں کے بوڑھے، بچے، عورتیں، بیمار اور کمزور لوگ ہمیشہ ہر خطرے سے محفوظ ہوتے تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ وَسَلَّمَ صلح اور امن کے معاہدوں کو جنگ پر ترجیح دیا کرتے تھے۔

مکی دور میں کافروں نے مسلمانوں اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ وَسَلَّمَ کو بہت اذیتیں پہنچائیں اور جب وہ قریش جنھوں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے قتل کا منصوبہ بنایا، فتح مکہ کے وقت آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے سامنے پیش کیے گئے اور اپنی سزا کے انتظار میں انتقام سے خوفزدہ تھے، تب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے علی الاعلان معافی کا اعلان کرتے فرمایا: ”آج تم سے کوئی شکوہ نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔“

حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ بطور سپہ سالار اپنے سپاہیوں کو جنگی فن اور مہارت سے آشنا کراتے تھے، انھیں جنگی اسلحہ اور طاقت رکھنے کی ترغیب بھی دیتے تھے، لیکن آپ انھیں یہ یقین دلاتے تھے کہ کامیابی اور کامرانی اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے ہوتی ہے۔ اس لیے جنگی حالات میں بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز سے غافل نہ ہونا۔

حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ بحیثیت منصف: اسلام کی پہلی ریاست میں حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ لوگوں کے امن اور انصاف والے فیصلوں میں ہمیشہ عادل اور منصف تھے۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ فیصلہ کرنے سے پہلے فریقین کو اپنا اپنا موقف پیش کرنے کے لیے وقت دیتے تھے، اور اگر فیصلہ صلح اور مصالحت کا ہوتا تھا تو فریقین کو صلح پر راضی کرتے تھے۔ البتہ اگر معاملہ حدود، قصاص، یا کسی کی حق تلفی کا ہوتا تھا تو مجرم کے لیے شرعی اصولوں کے مطابق سزا کا فیصلہ کرتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اونٹنی کسی کے کھیت میں چلی گئی اور اسے نقصان پہنچایا تو ان دونوں کا موقف سننے کے بعد آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے ایک اصول بتایا کہ دن کے وقت فصلوں اور املاک کی حفاظت مالک کی ذمے داری ہے جبکہ رات کے وقت جانوروں کو قابو میں رکھنا ان کے مالکوں کا کام ہے۔ اس فیصلے کے ساتھ ہی ان کے لیے نقصان کا معاوضہ بھرنے یا نہ بھرنے کا معاملہ واضح ہو گیا۔ (سنن ابی داؤد: 3569)

مدینہ شریف میں قبیلہ مخزوم کی فاطمہ نامی ایک خاتون نے چوری کی۔ دلائل کی بنیاد پر اس کی چوری کی سزا کے طور پر اس کا ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ کیا گیا جو کہ شرعی حدود اور سزاؤں میں سے ایک ہے۔ تب اس عورت کے ورثا نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ وہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ سے سزا معاف کرنے کی سفارش کریں۔ جس پر رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ سخت ناراض ہوئے اور اعلان فرمایا: اگر فاطمہ بنت محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے بھی چوری کی ہوتی تو اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیا جاتا کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور قانون سب کے لیے برابر ہے۔ (صحیح بخاری: 4304)

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. حضور کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ بحیثیت معلم، منتظم، سپہ سالار اور منصف ہونے کا مفہوم بتائیے۔

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. حضور کریم صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی تعلیم و تربیت کی کون کون سی خوبیاں ہیں؟
2. حضور کریم صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ بطور منتظم اور سربراہ کیا تبدیلیاں لائے؟
3. معاشرے کو عدل اور انصاف مہیا کرنے میں حضور کریم صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمات بیان کیجیے۔

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. اسلام کی پہلی ریاست قائم ہوئی:

(الف) مدینہ منورہ میں (ب) مکہ مکرمہ میں
(ج) قبا میں (د) طائف میں

2. حضور کریم صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے بحیثیت سپہ سالار شرکت کی:

(الف) ۲۶ غزوات میں (ب) ۲۷ غزوات میں
(ج) ۲۸ غزوات میں (د) ۲۹ غزوات میں

3. حضور کریم صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ تمام معاملات حل فرماتے تھے:

(الف) عرفات میں (ب) مسجد قبا میں
(ج) مسجد نبوی میں (د) مسجد الحرام میں

ہدایات برائے اساتذہ کرام

سیرت طیبہ پر تقریری مقابلہ منعقد کروائیے۔ جس میں طلبہ و طالبات درج ذیل موضوعات پر تقاریر کریں۔

حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ بحیثیت معلم۔

حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ بحیثیت سپہ سالار۔

حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ بحیثیت منصف۔

(د) اخلاق اور اداب

تدریسی معیار

(قرآن مجید اور سنت کی روشنی میں)

- باب کا تعارف اور مقاصد بیان کر سکیں۔

کسی کام کو خوش اسلوبی اور عمدہ طریقے سے انجام دینے کو 'ادب' کہتے ہیں اور اس کی جمع 'آداب' ہے۔ جب کہ ایک پختہ عادت اور برتاؤ کو 'اخلاق' کہا جاتا ہے، پھر اگر اچھی عادت اور خوبی ہے تو اسے اچھا اخلاق کہا جاتا ہے، اور اگر یہ بری خصلت اور کردار ہے، تو اسے 'بد اخلاقی' کہا جاتا ہے۔ عام طور پر اخلاق سے مراد صرف اچھے کردار، اچھائی اور انسانی صفات ہیں۔ زندگی کو بامقصد اور کارآمد بنانے میں ادب اور اخلاق بنیادی حیثیت رکھتے ہیں اور ہر مذہب ان چیزوں کا پرچار کرتا ہے۔ اسلام میں ادب اور اخلاق کو دیگر عبادات سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ اخلاق کے اعلیٰ ترین مرتبے یعنی صاحبِ خلقِ عظیم تھے اور آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ اخلاق، مروت اور وقار کو پسند فرماتے تھے۔

اخلاق اور ادب کے موضوعات میں سے جو معاشرے کی اصلاح اور انسان کی شخصیت کو سنوارنے میں اہم ہیں، ان میں سے منتخب موضوعات باب کے اس حصے میں شامل کیے گئے ہیں۔

حصہ 'د' میں اخلاق اور ادب کے تحت صبر و استقامت، عفو و درگزر، عدل و انصاف، اسلامی اخوت، حقوق العباد (مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کے حقوق)، عورتوں کے حقوق اور مسلمانوں کے باہمی اتحاد کے اسباق ہیں شامل کیے گئے ہیں۔

حاصلات تعلم

(قرآن مجید اور سنت کی روشنی میں)

- صبر اور استقامت کے معنی اور مفہوم جان کر بیان کر سکیں۔
- صبر اور استقامت کی اہمیت اور فضیلت سمجھ کر بیان کر سکیں۔
- صبر کی اقسام جان کر بیان کر سکیں۔
- سیرت طیبہ سے صبر اور استقامت کی عملی مثالیں جان کر بیان کر سکیں۔
- صبر اور استقامت کے فائدے اور ثمرات سمجھ کر بیان کر سکیں۔
- روزمرہ زندگی میں صبر اور استقامت پر عمل کر سکیں۔

صبر اور استقامت کے معنی اور مفہوم: لفظ صبر کے لغوی معنی ہیں: ٹھہر جانا، برداشت کرنا اور ڈٹ جانا۔ جب کہ استقامت اور ثابت قدمی کے معنی کے لیے استقامت استعمال ہوتا ہے۔ اصطلاح میں صبر اور استقامت کے معنی ہیں: اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے ہر نافرمانی اور گناہ سے اپنے آپ کو روکنا، اور اس کام میں ہر مشکل اور دشواری کو برداشت کرتے ہوئے بے صبری نہ کرنا، بلکہ استقامت کا مظاہرہ کرنا۔

صبر و استقامت کی اہمیت اور فضیلت: قرآن کریم میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ: اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میووں کے نقصان سے تمھاری آزمائش کریں گے اور صبر کرنے والوں کو بشارت سنا دو۔

(سورۃ البقرہ: آیت 155)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے صبر کو مومنوں کی صفت شمار کیا ہے اور صبر اختیار کرنے والوں کو انعامات کی بشارت دی ہے۔ صبر کرنے والے لوگ کبھی ناکام نہیں ہوتے، صبر انبیاء کی سنت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ ترجمہ: پس اے نبی جس طرح اور عالی ہمت پیغمبر صبر کرتے رہے ہیں اسی طرح تم بھی صبر کرو۔

(سورۃ الاحقاف آیت نمبر 35)

حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے صبر کو روشنی قرار دیا ہے: اَلصَّبْرُ ضِیَاءٌ ترجمہ: صبر روشنی ہے۔ (صحیح مسلم: 223)

صبر کی اقسام: صبر کی تین قسمیں ہیں۔

1. اَلصَّبْرُ عَنْ مَعَاصِی اللّٰہِ: خدا تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنا۔

2. اَلصَّبْرُ عَلَی الطَّاعَۃِ: اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مضبوطی سے قائم اور ثابت قدم رہنا، جسے استقامت بھی کہتے ہیں۔

3. اَلصَّبْرُ عَلٰی قَضَاءِ اللّٰہِ وَقَدْرِہٖ: قدرتی مصائب پر صبر کرنا اور ان کو برداشت کرنا۔ مصائب پر صبر کرنے کو 'الصبر علی المصائب' کہتے ہیں اور صبر کی اس آخری قسم کو عرف عام میں 'صبر' کہا جاتا ہے۔

سیرت طیبہ میں صبر اور استقامت: سیدنا حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی مکی زندگی صبر و استقامت کی بہترین مثال تھی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے عزم کے ساتھ نکلے اور اسی طرح غیروں نے تو انھیں صدمے اور پریشانیاں دیں لیکن آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے عزیز و اقارب نے بھی آپ سے منھ موڑ لیا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے رشتہ اس حد تک منقطع کر لیا کہ شعب ابی طالب میں تین سال تک محصور ہو گئے اور ہجرت پر مجبور ہو گئے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھیوں کو شدید ستایا اور ان کی جان کے دشمن بن گئے۔ حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان تمام مصائب کو برداشت کیا لیکن انھوں نے اپنے پیغام اور عزم سے انحراف نہیں کیا۔ یہاں تک کہ انھوں نے اپنے آبائی شہر مکہ کو الوداع کہا اور مدینہ منورہ میں مستقل سکونت اختیار کی۔ مدنی زندگی میں اگرچہ مسلمانوں کو کفار سے لڑنے اور ظلم کا بدلہ لینے کی اجازت تھی لیکن وہاں بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی زندگی انتہائی شفقت کے ساتھ بسر کی اور سختیوں اور تکلیفوں میں صبر کا مظاہرہ کیا۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کئی کئی مہینوں تک ہمارے گھر میں کھانا پکانے کے لیے آگ نہیں جلتی تھی، ہم صرف پانی اور کھجور پر گزارہ کرتے تھے۔ (صحیح بخاری: 6458)

جب حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے فرزند ابراہیم رضی اللہ عنہ بچپن ہی میں فوت ہو گئے تو حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اے ابراہیم! اگر یہ سچا کلمہ، سچا وعدہ، اور یقینی معاملہ اور ہمارے آنے والی ہمارے جانے والی نسل سے نہ ملتی تو ہم اس غم سے زیادہ تم پر غمگین ہوتے۔ (شرح السنۃ للبغوی: 286) اور تب ہی اس کا ثواب ملے گا، اس کے بعد تو لوگ ویسے بھی خاموشی اختیار کر ہی لیتے ہیں۔

صبر کے فائدے: صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنا ایک اہم عبادت اور اولوالعزم رسولوں کی سنت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا سبب ہے۔ لوگ قیامت کی ہولناکیوں سے محفوظ رہیں گے۔ صبر بہادری اور مصیبت کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ سکھاتا ہے۔ صبر کرنے والوں پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ صبر کی وجہ سے انسان بہت زیادہ نقصان سے محفوظ رہتا ہے اور اسے ذہنی سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ کیوں کہ اس کا عقیدہ ہے کہ صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔

سرگرمی برائے طلبہ وطالبات

ہر طالب علم کو اپنی زندگی کے مشکل دور کو کہانی کی صورت میں پیش کرنا چاہیے۔ جس میں صبر کرنا فائدہ مند ہوا ہو۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. صبر اور استقامت کی قرآن اور سیرت میں کیا اہمیت ہے؟
2. صبر کے اقسام کی وضاحت کیجیے۔

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. حضور کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے صبر کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟
2. مکی زندگی میں سیدنا رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا صبر کے متعلق کون سی مثال ملتی ہے؟
3. صبر اور استقامت کے فائدے بیان کیجیے۔

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. صبر کے معنی ہیں:

(الف) آگے بڑھنا (ب) رکنا

(ج) پیچھے ہٹنا (د) خاموش رہنا

2. صبر کرنا عادت ہے:

(الف) سچوں کی (ب) غصہ کرنے والوں کی

(ج) انبیا کی (د) بادشاہوں کی

3. 'الصبر ضیاء' کے معنی ہیں:

(الف) صبر کرنا ہے
(ب) صبر روشنی ہے
(ج) صبر اچھا ہے
(د) صبر ضروری ہے

ہدایات برائے اساتذہ کرام

طلبہ و طالبات کو مایوسی اور ناامیدی کی بجائے حوصلے سے زندگی کی مشکلات اور مشکل مراحل کا سامنا کرنے کی اہمیت سمجھایئے اور ان کی سنائی ہوئی کہانیوں اور واقعات پر مناسب اصلاحی تبصرہ کیجیے۔

2 عفو اور درگزر کرنا

حاصلات تعلم

(قرآن مجید اور سنت کی روشنی میں)

- عفو اور درگزر کے معنی اور مفہوم جان کر بیان کر سکیں۔
- عفو اور درگزر کی اہمیت اور فضیلت سمجھ کر بیان کر سکیں۔
- عفو اور درگزر کے فائدے اور ثمرات سمجھ کر بیان کر سکیں۔
- اپنی روز مرہ زندگی میں عفو اور درگزر والی صفت کو سمجھ کر اختیار کر سکیں۔

عفو ودرگزر کے معنی ومفہوم: لفظ 'عفو' کے معنی ہیں: معافی یا معاف کرنا اور 'درگذر' کے معنی ہیں: جانے دینا، بھول جانا۔ عفو اور درگزر کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص جہالت، لاعلمی یا غفلت اور لاپرواہی کی وجہ سے کسی کو تکلیف دینے کا سبب بنتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی خاطر اسے معاف کر دینا اور کسی قسم کا انتقام نہ لینا۔

عفو ودرگزر کی فضیلت اور اہمیت: عفو ودرگزر اعلیٰ اخلاقی خوبی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی ذات میں اپنے بندوں کے لیے سب سے زیادہ موجود ہے۔ بندہ جب اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کو یاد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی اور انکساری کا مظاہرہ کرتا ہے تو رب کریم اس کے تمام گناہ مٹا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو عفو ودرگزر کی صفت بہت پسند ہے، اس لیے قرآن میں متعدد مقامات پر اس کی ترغیب دی گئی ہے اور امت کو اس خوبی کو اپنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ترجمہ: اگر تم مرد لوگ ہی اپنا حق چھوڑ دو تو یہ پرہیزگاری کی بات ہے اور آپس میں بھلائی کرنے کو فراموش نہ کرنا۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ تمھارے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے۔ (سورۃ البقرہ آیت 237) دوسری آیت میں عفو ودرگزر کو مومنوں کی صفت کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ترجمہ: جو آسودگی اور تنگی میں اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور غصے کو روکتے اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں۔ اور اللہ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔ (سورہ آل عمران آیت 134)

حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرت طیبہ قرآن مجید کا عکس ہے۔ لہٰذا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے عفو اور درگزر کو نہ صرف پسند کیا اور اس کی ترغیب دی بلکہ اسے عملی نمونے کے طور پر کر کے دکھایا ہے۔ جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے طائف کے لوگوں کو دین کی دعوت دی تو انھوں نے نہ

صرف ایمان لانے سے انکار کیا بلکہ آپ صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو زخمی بھی کیا۔ جس پر فرشتے نے عرض کی: یارسول اللہ! اجازت دیں کہ ان سب کو پہاڑوں کے بیچ میں پیس دیں، تب آپ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی آنے والی نسل ایسے پیدا فرمائے گا جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ (صحیح بخاری: 3231)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ہم نجد کی طرف حضور کریم صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ایک جنگ میں شریک تھے۔ راستے میں ہم سب نے ببول کے درختوں کے سائے تلے آرام کرنے کا فیصلہ کیا اور درختوں کے سائے میں ٹھہرنے کے لیے سواریوں سے نیچے اتر گئے۔ آپ صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی تلوار ایک درخت میں لٹکا کر اس کے سائے میں آرام فرمایا۔ کچھ دیر گزری کہ رسول اللہ صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے پکارنے کی آوازیں ہمارے کانوں پر پڑیں، جب ہم وہاں پہنچے تو وہاں ایک اعرابی بیٹھا ہوا تھا۔ آپ صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: میں آرام کر رہا تھا، اچانک یہ میرے اوپر تلوار لے کر کھڑا ہو گیا اور کہا: تمھیں مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے اس سے تین بار کہا: اللہ! اللہ! اللہ! اور یہ پریشان ہو گیا اور وہ آپ صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو قتل کرنے کے ارادے سے آیا تھا۔ لیکن آپ صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے اس سے بدلہ نہیں لیا اور اسے معاف کر دیا۔ (صحیح مسلم: 843)

حضور کریم صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی بن حرب کو بھی معاف کر دیا اور اپنے صحابہ میں شامل کر لیا۔ آپ صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ترجمہ: جو تم سے رشتہ توڑے اس سے رشتہ جوڑو اور جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کر دو۔" (مسند احمد: 17452)

ایک شخص حضور کریم صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ اے خدا کے رسول! خادم کی غلطیوں اور کوتاہیوں کی کتنی مرتبہ درگزر کرنا چاہیے، آپ صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ خاموش رہے، اس نے دوسری بار پوچھا۔ آپ صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ پھر خاموش رہے۔ تیسری بار فرمایا: اسے دن میں ستر مرتبہ معاف کر۔ (سنن ابی داوٗد: 5164)

عفو و درگزر کے فوائد: عفو و درگزر اعلیٰ اخلاقی خوبی اور عبادت ہے۔ عفو و درگزر اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ترین عمل ہے جس سے اس کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور حضور کریم صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے کبھی کسی سے اپنا ذاتی بدلہ

نہیں لیا، بلکہ ہمیشہ درگزر فرمایا۔ عفو اور درگزر سے نہ صرف آخرت میں بڑا اجر و ثواب ملے گا بلکہ معاشرہ تلخیوں اور رشتوں کی پھوٹ سے بھی محفوظ رہتا ہے۔ اس سے تقویٰ اور پرہیزگاری حاصل ہوتی ہے اور انسان کا وقار بلند ہوتا ہے۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. عفو و درگزر کی اہمیت اور فضیلت بیان کیجیے۔

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. عفو و درگزر کے فائدے بیان کیجیے۔
2. حضور کریم اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے معاف کرنے کی کوئی دو مثال بیان کیجیے۔
3. آپ کی نظر میں عفو و درگزر کی کیا حیثیت ہے؟

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. درگزر کا مطلب ہے:

(الف) معاف کرنا (ب) احسان کرنا

(ج) یاد کرنا (د) بھول جانا

2. حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو زخمی کر کے تکلیف دی تھے:

(الف) طائف والوں نے (ب) مدینے والوں نے

(ج) خیبر والوں نے (د) نجد والوں نے

3. اعرابی حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ پر یہ ہتھیار تانے کھڑا تھا:

(الف) کلھاڑی (ب) بھالا

(ج) تلوار (د) نیزہ

حاصلات تعلم

(قرآن مجید اور سنت کی روشنی میں)

- عدل اور انصاف کے لغوی معنی اور مفہوم جان کر بیان کر سکیں۔
- عدل اور انصاف کی اہمیت اور فضیلت سمجھ کر بیان کر سکیں۔
- عدل اور انصاف کی اقسام: معاشرتی عدل، تجارتی عدل، قانونی عدل، سیاسی عدل اور معاشی عدل کے متعلق معلومات حاصل کر کے بتا سکیں۔
- عدل اور انصاف کے فوائد اور ثمرات جان کر بیان کر سکیں۔
- عدل اور انصاف کو سمجھ کر اپنی روزمرہ زندگی میں اختیار کر سکیں۔

عدل کے معنی و مفہوم: لفظ 'عدل' کے لغوی معنی مساوات ہیں اور 'انصاف' کے معنی ہیں کسی چیز کو دو برابر حصوں میں تقسیم کرنا۔

عدل اور انصاف کے دونوں الفاظ ظلم اور ناانصافی کی مخالفت میں استعمال ہوتے ہیں۔ عدل و انصاف کا مطلب ہے ہر چیز کو اس کی جگہ پر رکھنا اور اسے مناسب اور مساوی طور پر استعمال کرنا۔

اعتدال، مساوات اور قسط کے الفاظ بھی عدل و انصاف کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ قسط کو انتہائی مساوات کہا جاتا ہے۔ اسی لیے ترازو/میزان کو عربی میں 'قسط' کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر قسط کا لفظ عدل و انصاف کے لیے استعمال ہوا ہے۔

عدل کی فضیلت اور اہمیت: عدل اور انصاف انسانی معاشرے کا بنیادی عنصر اور ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا عدل اور انصاف کے تحت بنائی ہے اور اس کی ذات پاک بھی عدل و انصاف کا مظہر ہے۔ اسے اپنی تخلیق کردہ مخلوقات بہت پیاری اور محبوب ہیں اور اس نے اپنے علم و حکمت کی بنیاد پر ہر ایک کو ان کی زندگی، قسمت، کردار، نتیجہ اور انجام میں عدل و انصاف کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ترجمہ: بیشک ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان پر کتابیں اور میزان عدل نازل کیں تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔ (سورۃ الحدید آیت نمبر 25)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو کچھ بھی فرمایا ہے اور حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے جس بات کی تلقین فرمائی ہے یا عمل کر کے دکھایا ہے، وہ سب عدل ہے۔ لہٰذا ایمان، عبادات اور معاملات کے ساتھ ساتھ اخلاق و کردار میں عدل و انصاف کو اپنانا چاہیے۔ خصوصاً شریعت میں عدل و انصاف کو مقدم رکھا گیا ہے اور اسی کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے: ترجمہ: اللہ انصاف اور احسان کرنے اور رشتے داروں کو خرچ میں مدد دینے کا حکم دیتا ہے۔ اور بے حیائی، نامعقول کاموں اور سرکشی سے منع کرتا ہے اور تمھیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔ (سورۃ النحل آیت نمبر 90)

جو شخص عدل و انصاف کا سختی سے انتخاب کرتا ہے وہ تقویٰ کے قریب ہے اور متقی شخص اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے: ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کے لیے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جایا کرو۔ اور کچھ لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کر دے کہ انصاف ہی نہ کرو۔ انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیزگاری کی بات ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ تمھارے سب اعمال سے خبردار ہے۔ (سورۃ المائدہ آیت 8)

عدل کی اقسام: عدل اور انصاف ایک ہی چیز ہے، البتہ اس کا تعلق روزمرہ زندگی میں بہت سی چیزوں سے ہے، اس لیے اس کی کئی قسمیں یا حصے ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

معاشرتی عدل: معاشرے میں رہتے ہوئے، گھر والوں کے ساتھ تعلقات اور ذمے داریوں میں، گفتار اور گفتگو، کھانے پینے، چلنے پھرنے اور رویے میں اعتدال اور وسط اختیار کرنا بھی عدل ہے۔

تجارتی عدل: تجارت اور لین دین میں اچھی چیزیں دینا، گاہک کو بری اور ہلکی چیزوں سے آگاہ کرنا، ناپ اور تول پوری دینا، جھوٹی قسمیں نہ لینا، نقلی اور جعلی مصنوعات کی فروخت سے بچنا، سامنے والے سے مناسب الفاظ میں گفتگو کرنا عدل اور انصاف کا تقاضا ہے۔ عہدہ، ذمے داری یا ملازمت جس طریقے سے آپ کی ذمے داری ہے اس طریقے سے ادا کرنا بھی عدل ہے۔

قانونی عدل: جب کسی کا فیصلہ کرنا ہو یا سنوائی کی جائے تو عدل و انصاف کو سامنے رکھا جائے۔ قرآن کریم فرماتا ہے: ترجمہ: جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو۔ (سورۃ النساء آیت: 58) سزا کے نفاذ میں عدل و انصاف ہونا چاہیے۔ قانون امیر اور غریب کے لیے یکساں ہونا چاہیے۔

سیاسی عدل: جو کوئی سیاسی عہدے پر فائز ہو یا حکومت کی ذمے داری ہو، تو اپنے ماتحتوں کو ان کے بنیادی حقوق کی ادائیگی میں عدل و انصاف کو اپنائے اور جہاں جس کا جتنا حق ہو، وہاں اسے اس طریقے سے انجام دینا بھی عدل و انصاف میں شامل ہے۔

معاشی عدل: معیشت اور اقتصادیات میں ہر فرد پر خاندان، گاؤں، شہر، ضلع اور صوبے کے کچھ مشترکہ حقوق اور ذمے داریاں ہیں۔ جیسا کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا: ”میں ظلم کی تقسیم کا گواہ نہیں بنوں گا۔“ (صحیح مسلم: 1623)۔ جب اپنی دوسری اولاد کو چھوڑ کر وہ اپنی جائیداد صرف ایک کو دینا چاہتا تھا۔

فوائد: عدل اور انصاف سے معاشرے سے ظلم اور ناانصافی ختم ہو جائے گی۔ عدل اور انصاف ہی معاشرے اور پوری دنیا کی اصلاح کا واحد ذریعہ ہے۔

سرگرمی برائے طلبہ وطالبات

کلاس میں دو طالب علموں کے درمیان عدل اور انصاف کا عملی مظاہرہ کرائیں جب ایک نے دوسرے کی کتاب بغیر اجازت لی ہو اور اسے گم کر دیا ہو۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. عدل اور انصاف کا مفہوم اور اہمیت بیان کریں۔
2. عدل اور انصاف کی اقسام بیان کریں۔

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. عدل اور انصاف کے فائدے بیان کریں۔
2. عدل اور انصاف نہ ہونے سے معاشرے پر کیا منفی اثرات پڑتے ہیں؟
3. حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی زندگی سے عدل اور انصاف کی کوئی مثال دیجیے۔

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. عدل کے معنی ہیں:

(الف) سخاوت کرنا　　(ب) دو حصوں میں تقسیم کرنا

(ج) میانہ روی اختیار کرنا　　(د) برابری کرنا

2. عدل کے لیے قرآن مجید میں لفظ استعمال ہوا ہے:

(الف) میزان (ب) وسط

(ج) قسط (د) مکیال

3. سورۃ المائدہ کی آیت ۸ کے مطابق عدل زیادہ نزدیک ہے:

(الف) پرہیزگاری کے (ب) سچ کے

(ج) سخاوت کے (د) صبر کے

ہدایات برائے اساتذہ کرام

سرگرمی مکمل کرنے میں طلبہ کی رہنمائی کیجیے اور انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے مدعی، مجرم، وکیل اور جج کے کردار کے انتخاب میں ان کی رہنمائی کیجیے۔

حاصلات تعلم

(قرآن مجید اور سنت کی روشنی میں)

- اسلامی اخوت کے معنی اور مفہوم جان کر بیان کر سکیں۔
- اسلامی اخوت کی اہمیت اور فضیلت سمجھ کر بیان کر سکیں۔
- حضور کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی بیان کردہ اسلامی اخوت کو سمجھ کر بیان کر سکیں۔
- اسلامی اخوت کی چند صورتیں اور فوائد جان کر بتا سکیں۔
- روزمرہ زندگی میں اسلامی اخوت کو سمجھ کر عمل کر سکیں۔

اسلامی اخوت کے معنی اور مفہوم: لفظ 'اخوۃ' کے لغوی معنی ہیں: بھائی چارہ اور بھائی بننا۔ لفظ مواخات بھی انھی معنوں میں آتا ہے جس کا مطلب ہے ایک دوسرے کا بھائی بننا۔ اسلامی اخوت کا مطلب ہے: بلا تفریق رنگ، نسل، قوم، زبان اور جنس کے صرف اسلام اور ایمان میں شریک ہونے کی وجہ سے اخوت اور بھائی چارے کو اپنانا اور ہر مسلمان کو اپنا بھائی سمجھ کر اس سے بھائی جیسا سلوک کرنا۔

اسلامی اخوت کی فضیلت اور اہمیت: اخوت اور بھائی چارے کی دو قسمیں ہیں۔ ایک نسلی اور رشتے دار والی، جس میں ایک ماں اور باپ کی اولاد کو بھائی سمجھا جاتا ہے۔ جب کہ دوسرا بھائی چارہ ایمان اور اسلام کے تعلق کی وجہ سے ہوتا ہے۔ سورۃ الحجرات کی آیت نمبر 10 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ترجمہ: "تمام مؤمن بھائی بھائی ہیں۔" اسلامی اخوت کا رتبہ نسلی اخوت سے بالاتر ہے کیوں کہ اس اخوت کو قائم کرنے سے انسان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے حکم کی پیروی کرتا ہے۔

حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے ہجرت کے پہلے سال میں اسلامی اخوت کا عملی نمونہ قائم کیا جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک مہاجر صحابی کو ایک انصار صحابی کا بھائی بنا دیا۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے ان کے درمیان جو رشتہ قائم کیا وہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پیارا تھا اور انصار صحابہ اپنے مالی طور پر

کمزور اسلامی بھائیوں کو اپنے بھائیوں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ اسلامی تاریخ میں اس موقعے کو 'مواخات مدینہ' کے نام سے جانا جاتا ہے۔

جب کوئی شخص اسلام میں داخل ہوتا ہے تو وہ اس اسلامی اخوت کے دھاگے میں بندھ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور سیدنا حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی طرف سے مسلمانوں کے ساتھ بہتر تعلقات قائم کرنے اور خیر خواہی کی نصیحتیں اس پر لاگو ہو جاتی ہیں۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: کسی مومن کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنے مؤمن بھائی سے تین دن سے زیادہ بات چیت کرنے سے گریز کرنے اور اس کی خیر خواہی کرنے کے بجائے اسے بے یار و مددگار چھوڑ دے۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ اس سے خیانت کرتا ہے، نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے، نہ اس کی تذلیل کرتا ہے۔ تقویٰ دل میں ہے۔ ہر مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان کی جان، مال اور اس کی آبرو پر حملہ کرنا حرام ہے۔ (سنن ترمذی: 1927)

فوائد: اسلامی اخوت اور بھائی چارے کو قائم اور مضبوط کرنے سے معاشرہ نسلی، قومی، سیاسی اور چھوٹی موٹی تقسیم سے پاک ہو کر برابری اور مساوات کے اصول پر قائم رہے گا۔ اسلامی بھائی چارہ مسلمانوں کے اتحاد اور ہم آہنگی کا ذریعہ ہے۔ اسلامی اخوت کا جذبہ مسلمانوں کو اپنے مظلوم، ستم رسیدہ اور کمزور مسلمانوں کا مکمل خیال رکھنے اور ان کی حمایت کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اسلامی بھائی چارے سے معاشرے میں امن، بھائی چارے، قربت اور ایثار و قربانی کے جذبات ترقی کرتے ہیں۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات

باہمی مشاورت سے 'اسلامی اخوت' کی مثالیں لکھیے اور چارٹ بنا کر کلاس میں آویزاں کیجیے۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. اخوت اسلامی کی اہمیت اور فائدے بیان کیجیے۔
2. عدل و انصاف کی اقسام بیان کیجیے

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے

1. اسلامی اخوت کی لغوی معنی اور مفہوم بیان کیجیے۔

2. بھائی چارے کے متعلق آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے فرمانوں میں سے کوئی بھی دو فرمان لکھیے۔

3. کون کون سی چیزیں اسلامی اخوت کے خلاف ہیں؟

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. اخوت لفظ کے معنی ہیں:

(الف) بہن بھائی بننا (ب) ایک دوسرے کا بھائی بننا

(ج) ہمدردی کرنا (د) رشتے داری کرنا

2. سورۃ الحجرات کی آیت ۱۰ کے مطابق تمام مومن آپس میں ایک دوسرے کے ہیں:

(الف) دوست (ب) دشمن

(ج) مددگار (د) بھائی

3. اسلامی اخوت قائم ہوگی:

(الف) دولت سے (ب) سخاوت سے

(ج) پیار سے (د) اتحاد سے

ہدایات برائے اساتذہ کرام

محلے، گاوں، شہر، صوبے، ملک اور بین الاقوامی اعتبار سے مسلمانوں کی نااتفاقی اور اخوت قائم نہ کرنے کے نقصانات اور تدارک کے متعلق طلبہ وطالبات کو بحث مباحثہ کرائیے اور ان کی تجاویز / نتائج کو دیکھیے۔

حقوق العباد

(مسلمانوں اور غیر مسلموں کے حقوق)

حاصلات تعلم

(قرآن مجید اور سنت کی روشنی میں)

- حقوق العباد کے معنی اور مفہوم جان کر بیان کر سکیں۔
- مسلمانوں کے ایک دوسرے پر حقوق اور فرائض سمجھ کر بیان کر سکیں۔
- غیر مسلمانوں کے حقوق جان کر بیان کر سکیں۔
- حقوق العباد کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی فوائد سمجھ کر بیان کر سکیں۔
- روز مرہ زندگی میں حقوق العباد کی ادائی نہ کرنے کے نقصانات سمجھ کر بیان کر سکیں۔

حق العباد کے معنی ومفہوم: حقوق العباد عربی زبان کے الفاظ ہیں۔ 'حقوق'، حق کی جمع ہے، جس کے لفظی معنی ہیں ثابت، درست اور واجب۔ جب کہ 'عباد' عبد کی جمع ہے جس کے معنی بندہ کے ہیں۔ 'حقوق العباد' کے معنی ہیں: بندوں کے حقوق۔

حقوقِ کی پہلی تقسیم حقوق اللہ اور حقوق العباد میں کی جاتی ہے۔ اس کے بعد بندوں کے حقوق میں پیشہ، جنس، عمر، مذہب اور رشتے کے لحاظ سے تقسیم ہوتے ہے۔ جیسے: تاجروں، کاریگروں اور مزدوروں کے حقوق، مردوں اور عورتوں کے حقوق، بچوں، نوجوانوں، بوڑھوں اور کمزوروں کے حقوق، والدین، میاں بیوی، پڑوسیوں اور دوستوں کے حقوق وغیرہ۔ اسلام ایک عالمگیر اور انسان دوست مذہب ہے جو تمام انسانی حقوق کا تحفظ کرتا ہے۔

بندوں کے حقوق کی اهمیت: قرآن وسنت میں حقوق اللہ کے بعد سب سے زیادہ اہمیت بندوں کے حقوق کو دی گئی ہے۔ انسانی حقوق میں دنیا کے ہر مذہب، ہر ذات، ہر نسل، ہر درجہ اور ہر حیثیت کے لوگوں کے حقوق شامل ہیں۔ اگر ہم اپنے واجبات طلب کرتے ہیں تو ہمیں دوسروں کے واجبات بھی ادا کرنے چاہئیں۔ نوکر آقا کی خدمت کرے گا تو آقا بھی نوکر کا خیال رکھے گا۔ اگر والدین اپنی زندگی کا ہر سکھ اولاد کے لیے قربان کر دیں تو اولاد کو بھی چاہیے کہ ان کی خدمت اور عزت میں

کوئی کمی نہ کرے۔ اگر بیوی شوہر کی خدمت کرتی ہے تو شوہر کو بیوی کے آرام و سکون کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑنی چاہیے۔ یہ دین اسلام پوری انسانیت کے لیے ہے۔ انسانی حقوق میں والدین، بچے، میاں بیوی، رشتے دار، یتیم، ضرورت مند، مسافر، مستحق، پڑوسی، سوالی، قیدی اور ملازم وغیرہ شامل ہیں۔ بندوں کے حقوق ادا کرنا اہل ایمان اور اہل جنت کا وصف ہے۔ قیامت کے دن نہ صرف حقوق اللہ کا حساب ہو گا بلکہ حقوق العباد کا بھی حساب ہو گا۔

مسلمانوں کے ایک دوسرے کے حقوق: اسلام نے مسلمانوں کے لیے دوسرے مسلمانوں پر جو حقوق مقرر کیے ہیں ان میں درج بالا تمام اقسام شامل ہیں، جن میں سے اہم درج ذیل ہیں:

- والدین کا حق ہے کہ وہ اپنے بچوں کی بہتر تربیت کریں، انھیں مناسب تعلیم دیں، انھیں ایک جیسی خوراک، لباس اور گھریلو اشیا فراہم کریں اور ان کے مناسب رشتے کا انتظام کریں۔
- شوہر اور بیوی کا یہ حق ہے کہ وہ ایک دوسرے کا احترام کریں، ایک دوسرے کی ضروریات اور خواہشات کو پورا کریں، اپنے بچوں کا خیال رکھیں، ایک دوسرے کی عزت، جان اور مال کی حفاظت کریں۔
- مردوں پر عورتوں کے حقوق میں مہر ادا کرنا، گھریلو اخراجات پورے کرنا، اور بیٹی، بہن اور ماں وغیرہ کی ضروریات کا بندوبست اور کفالت کرنا۔

عام طور پر ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق بیان کیے گئے ہیں۔ حضور کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ترجمہ: ہر مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں: ۱۔ سلام کا جواب دینا، ۲۔ بیمار کی عیادت کرنا، ۳۔ جنازے کے پیچھے جانا، ۴۔ دعوت قبول کرنا، ۵۔ چھینک آنے پر (یرحمك الله) کہنا۔ (صحیح البخاری: 1240)

غیر مسلموں کے حقوق: اگر کفار سے جنگ ہو تو مسلمانوں پر یہ حق ہے کہ وہ جنگ سے پہلے انھیں اسلام کی دعوت دیں، اگر وہ قبول نہ کریں تو انھیں جزیے کے ساتھ مسلم ریاست میں رہنے کی اجازت دیں، اور اگر دونوں صورتیں قبول نہ کریں تو جنگ کے لیے پہل نہ کریں، لیکن اگر جنگ ضروری ہو جائے تو درج ذیل باتوں کی پابندی کریں۔ * جنگ میں دشمن کے عورتوں، بچوں، بوڑھوں، بیماروں اور کمزوروں پر رحم کرنا۔ * ایک مسلم ریاست میں جزیے عوض رہنے والے لوگ / ملازمین یا مسافروں کے طور پر رہنے والے غیر مسلموں کو ان کی جان، مال اور عزت کا تحفظ فراہم کرنا۔ * انھیں ان کے عقیدے اور عبادت کی آزادی دینا، ان کے ساتھ قانونی طور پر معاملات اور رویوں میں عدل و انصاف کو برقرار رکھنا، نیز تجارتی اور معاشرتی

تعلقات میں برابری اور مساوات کو برقرار رکھنا۔ * ضرورت پڑنے پر ان کی اعانت اور مدد کرنا۔ یہ تمام چیزیں غیر مسلموں کے حقوق میں شمار ہوتی ہیں۔

فوائد: حقوق کی ادائی سے معاشرے میں پرامن ماحول پیدا ہوتا ہے، تعلقات میں بہتری آتی ہے۔ حق داروں کو حقوق ملنے سے نہ صرف ان کی حاجات اور مطالبات پورے ہوتے ہیں بلکہ فریقین کو سکون اور خوشی بھی ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے بہتر اجر کی امید بھی ہوتی ہے۔ معاشی ضروریات پوری ہوتی ہیں اور سیاسی طور پر مختلف قومیں اور ریاستیں ایک دوسرے کے قریب ہو جاتی ہیں۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. حقوق العباد کا مفہوم اور اہمیت بیان کیجیے۔
2. حقوق العباد کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی فوائد لکھیے

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. مسلمانوں کے باہمی حقوق کیا ہیں؟
2. مسلمانوں پر غیر مسلم کے کیا حقوق ہیں؟
3. حقوق کی ادائی کے کیا فائدے ہیں؟

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. حق کے لغوی معنی ہیں:

(الف) پاک　　(ب) ظاہر

(ج) واضح　　(د) ثابت

2. حدیث کے مطابق مسلمان کے مسلمان پر حقوق میں سے ہے:

(الف) اہمیت نہیں دینا (ب) لاتعلقی کرنا

(ج) سلامِ کا جواب دینا (د) دوستی کرنا

3. حقوق کی ادائی سے:

(الف) تعلقات بہتر ہوتے ہیں (ب) صحت بہتر ہوتی ہے

(ج) دولت ملتی ہے (د) سوچ میں اضافہ ہوتا ہے

حاصلاتِ تعلم

(قرآن مجید اور سنت کی روشنی میں)

- 'عورتوں کے حقوق' کا مفہوم جان کر بیان کر سکیں۔
- اسلام میں عورت کا مقام جان کر بیان کر سکیں۔
- اسلام میں عورتوں کے حقوق کی چند صورتیں: تعلیم و تربیت، خواتین کا احترام، عزت نفس، معاشی اور معاشرتی تحفظ، ذہنی اور جسمانی اذیت سے تحفظ، اظہار رائے کی آزادی، وراثت میں حصے داری وغیرہ سمجھ کر بیان کر سکیں۔
- روز مرہ زندگی میں عورتوں کے حقوق کی ادائیگی کو سمجھ کر بیان کر سکیں۔

اسلام سے پہلے پوری دنیا اور بالخصوص عرب میں عورتوں پر ظلم و ستم اور غیر منصفانہ رویہ اختیار کیا جاتا تھا۔ انھیں ذہنی، جسمانی اور معاشرتی اذیت میں رکھا جاتا تھا، یہاں تک کہ بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ جس کا تذکرہ قرآن پاک میں اس طرح آیا ہے: ترجمہ: اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خبر ملتی ہے تو اس کا منھ غم کے سبب کالا پڑ جاتا ہے اور وہ اندر ہی اندر گھٹنے لگتا ہے۔ (سورۃ النحل آیت 58)

اس دور میں عورت اور بیٹی کے کسی بھی حق کو تسلیم کرنا تو دور انھیں زندگی کے حق سے بھی محروم رکھا جاتا تھا۔ اللہ رب العزت نے زمین والوں پر احسان کرتے ہوئے حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا۔ جس نے ان کی آنکھوں سے اندھے پن اور جہالت کی پٹیاں اتار دیں اور انھیں سمجھایا کہ وہ عورتیں اور بچے بھی انسان ہیں اور انسانوں کی طرح مخلوقات میں اشرف المخلوقات کا درجہ رکھتے ہیں۔ یہ ماں، بیٹی، بہن اور خاتون خانہ کی حیثیت سے آپ کی عزت و تکریم کی وجہ ہیں۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو نگہداشت اور انتظام کے معاملے میں عورتوں پر فوقیت دی ہے، پھر بھی اسلام عورتوں کی برابری کی تعلیم دیتا ہے۔

عورتوں کے حقوق اور ان کی اہمیت: اسلام کے آنے کے ساتھ ہی خواتین کو نہ صرف ظلم و تشدد سے محفوظ رکھا گیا بلکہ ان کی تعلیم و تربیت، شادی و غم، گھر اور اولاد، اعمال، ذمے داریاں اور ہر قسم کے حقوق متعین ہو گئے۔ جس کی تفصیل قرآن اور سنت نبوی صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ میں موجود ہے۔

عورتوں کے حقوق کے لیے قرآن مجید ہدایت کرتا ہے: ترجمہ: ”عورتوں کا حق مردوں پر ویسا ہی ہے جیسے دستور کے مطابق مردوں کا حق عورتوں پر ہے۔“ (سورۃ البقرہ آیت 228) اسلام عورتوں کو وہ تمام حقوق دیتا ہے جو ان کی فطرت مانگتی ہے۔ اسے عمر بھر اپنے والد، بھائی، شوہر اور بچوں کی حفاظت میں رکھا گیا ہے۔ اگر وہ گھریلو اور خاندانی ذمے داریوں کا خیال رکھتی ہے تو اس کی کفالت بھی ان افراد کی ذمے داری ہے البتہ اسے ضرورت پڑنے پر اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کرتے ہوئے کمانے اور کام کرنے کا حق حاصل ہے۔ گھریلو اور ذاتی ضروریات کے علاوہ مختلف شعبوں میں ان کی رائے کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

حضور اکرم صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی سیرت طیبہ ہمیں عائلی (خاندانی) زندگی کے بارے میں سکھاتی ہے، گھر والوں سے اچھی بات کرنا، ان کی رائے اور نصیحت کو اہمیت دینا، گھر کے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹانا ، الفت کا اظہار کرنا، انھیں تعلیم و تربیت کے مواقع فراہم کرنا اور ان کی حاجت اور تکالیف میں شریک ہونا سب کام اجر و ثواب ہیں۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: تم میں سے وہ لوگ بہتر ہیں جو اپنے اہل و عیال کے لیے بہتر ہوں اور میں اپنے اہل و عیال کے لیے بہترین ہوں۔ (ترمذی: 3895)

مرد ہو یا عورت، اس کو زبان، ہاتھ یا کسی بھی طرح سے ذہنی، جسمانی یا معاشرتی اذیتیں پہنچانا سخت گناہ ہے۔ اگر کسی کو ادب، اخلاق اور تربیت کی ضرورت ہو تو اسے مناسب گفتگو اور نرم رویے سے سمجھایا جائے۔ حضور کریم صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے مردوں کو عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کی ہے، ”میں تم سے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرتا ہوں۔“ (صحیح بخاری: 3331)

اسلام میں ہر عورت کی کفالت کی ذمے داری اس کے سرپرستوں پر عائد ہوتی ہے اور اگر ان کا مال جائداد ہو تب بھی وہ جائداد کی وارث رہیں گی اور شریعت نے وراثت پر تاکید کرتے انھیں حصے دار بنایا ہے۔

مناسب تعلیم اور تربیت ہر مسلمان کا حق ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ ذاتی زندگی کے بہتر معیار اور گھر، بچوں کی دیکھ بھال اور تعلیم کے لیے دینی تعلیم مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کا بھی حق ہے۔ تاہم ہر علاقے اور محلے کی معاشرتی ضروریات کے مطابق خواتین کو دعوت و تبلیغ، علاج معالج، مالیاتی، معاشرتی بہتری، ترقی کے لیے تعلیم اور تربیت کے لیے تیار کرنا شریعت کے خلاف نہیں ہے اور ان تمام شعبوں میں عملی طور پر خواتین اپنی خدمات، تقریر، تحریر، تدریس اور تحقیق کی صورت میں کر سکتی ہیں۔ البتہ انھیں پاک دامنی، حیا اور پردہ داری پر پوری توجہ دینی ہوگی کیوں کہ یہ چیزیں بھی ان کی ذمے داریوں میں شامل ہیں۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. اسلام نے عورتوں کو کیا حقوق دیے ہیں؟ وضاحت کیجیے۔
2. روز مرہ زندگی میں عورتوں کے حقوق کی ادائی کے بارے میں لکھیے

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. اسلام سے پہلے عورتوں کی کیا حیثیت تھی؟
2. حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا عورتوں کے ساتھ کیسا رویہ تھا؟
3. عورتوں کی کفالت کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. حدیث کے مطابق ”تم میں سے بہتر وہ ہیں جو گھر والوں کے لیے:

(الف) فائدہ مند ہیں“ (ب) لاپرواہیں“

(ج) بہتر ہیں“ (د) سچے ہیں“

2. دورِ جہالت میں بیٹیوں کو:

(الف) بھوکا رکھا جاتا تھا
(ب) زندہ دفن کیا جاتا تھا
(ج) سرِعام قتل کیا جاتا تھا
(د) خاندان سے نکال دیا جاتا تھا

3. عورتوں کے کفالت کی ذمے داری:

(الف) حکومت پر ہے
(ب) تمام مسلمانوں پر ہے
(ج) ان کے سرپرستوں پر ہے
(د) محلے والوں پر ہے

ہدایات برائے اساتذہ کرام

قرآن اور حدیث کی روشنی میں عورتوں کو دیے گئے حقوق کے متعلق ایک ورکشاپ کا اہتمام کیجیے، جس میں ماں، بہن، بیٹی کے حقوق کے بارے میں مزید روشنی ڈالی جائے۔

حاصلاتِ تعلم

(قرآن مجید اور سنت کی روشنی میں)

- مسلمانوں کے درمیان باہمی اتحاد کا مفہوم اور اہمیت جان کر بیان کر سکیں۔
- مسلمانوں میں باہمی اتحاد کی صورتیں سمجھ کر بیان کر سکیں۔
- جو باتیں مسلمانوں کے متحدہ اتحاد کے لیے نقصان دہ ہیں سمجھ کر بیان کر سکیں۔
- روزمرہ زندگی میں مسلمانوں کے تعلق باہمی اتحاد کو سمجھ کر بیان کر سکیں۔

تعارف: لفظ 'باہمی' کے معنی ہیں: مشترکہ اور اجتماعی۔ جب کہ 'اتحاد'، متحد، ایکا اور اتفاق کو کہا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے باہمی اتحاد کا مطلب ہے کہ پوری دنیا کے مسلمان اپنی مشکلات، مصائب اور چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک دوسرے کی بات سنیں، اسلام کی متفقہ رائے کو مشترکہ تشریح میں پیش کریں اور مستقبل کے حالات کو بہتر طریقے سے سنبھال سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت اور ان کے مزاج مختلف بنائے ہیں۔ ہر انسان کے خیالات، رائے، کردار، عادات اور طریقے مختلف ہوتے ہیں۔ انسان اپنے بارے میں کوئی بھی فیصلہ کرنے کے لیے آزاد اور خود مختار ہے۔ البتہ جب معاملہ کسی دوسرے شخص یا مشترکہ مفاد کا ہو تو کسی کی ذاتی اور واحد رائے کارگر نہیں ہوتی، بلکہ مشترکہ رائے کو ترجیح دی جاتی ہے، ورنہ انتشار اور تصادم کا اندیشہ بڑھ جاتا ہے۔

اسلام میں باہمی تعاون، ہمدردی، مشاورت اور باہمی اتحاد پر زور دیا گیا ہے، کیوں کہ ان چیزوں سے عزت، وقار اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں مؤمنوں کو اتحاد کی تاکید کرتے ہوئے فرماتا ہے: ترجمہ: اور سب مل کر اللہ کی ہدایت کی رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور فرقے فرقے نہ ہو جانا۔ (سورۃ آلِ عمران آیت 103)

حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: مومن، مومن کے لیے دیوار کی مانند ہے، آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں ملا کر فرمایا، اس طرح ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں۔ (بخاری: 481، مسلم: 2585)

اسلامی اتحاد کا بنیادی مرکز اس کے آئین اور دستور سے جڑا ہوا ہے۔ جس کی بنیاد قرآن و سنت ہے۔ روزانہ باجماعت نماز، ہفتے میں جمعہ کے اجتماعات، سال میں دو عیدوں پر میل جول اور حج کا بین الاقوامی اجتماع مسلمانوں کے درمیان اتحاد اور اتفاق کی عظیم مثالیں ہیں۔

مسلمانوں سے متعلق تمام جماعتوں، اداروں اور ریاستوں اور ممالک کو مشترکہ مسائل پر متفق ہونے میں پیش پیش رہنا چاہیے۔ خطبۂ حجۃ الوداع کی روشنی میں رنگ و نسل اور جنس کی تفریق کے بغیر تقویٰ سچائی اور دیانت کو اپنانا چاہیے۔

نیکی اور تقویٰ کے معاملات میں ایک دوسرے سے تعاون اور اتحاد کرنا چاہیے اور برائی اور گناہ میں کبھی تعاون اور اتفاق نہیں کرنا چاہیے۔ اتحاد و اتفاق کا ثمر اور نتیجہ اس کے نفاذ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس لیے عملی طور پر اتحاد اور مسلمانوں کو اکٹھا ہونے کی ترغیب دینی چاہیے اور اس میں بھرپور شرکت کرنی چاہیے۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. باہمی اتحاد کا مفہوم اور اہمیت بیان کیجیے۔
2. روزمرہ زندگی میں مسلمانوں کے تعلق باہمی اتحاد کو بیان کیجیے۔

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. اتحاد کے فائدے بیان کیجیے۔
2. اسلام، اتحاد اور اتفاق کیوں سکھاتا ہے؟
3. مسلمانوں کے اتحاد کی کیا صورتیں ہیں؟

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. ایک رائے پر متفق نہ ہونے سے ہوتا ہے:

(الف) فیصلہ (ب) جھگڑا

(ج) اتفاق (د) الفت

2. "اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور فرقے فرقے نہ ہو جانا۔" فرمان ہے:

(الف) قرآن مجید میں (ب) حدیث مبارک میں

(ج) فقہ میں (د) تاریخ میں

3. اسلامی اتحاد کے بنیاد ہیں:

(الف) قرآن اور تفسیر (ب) حدیث اور اصول حدیث

(ج) قرآن اور سنت (د) فقہ اور اصول فقہ

ہدایت کے سرچشمے اور مشاہیر اسلام

مشاہیر اسلام سے مراد اسلام کی وہ عظیم اور مشہور شخصیات ہیں جنھوں نے مذہب، علم، تصوف، سائنس، فنون، ادب، سیاست اور معاشرت میں انمول خدمات سرانجام دے کر اپنے شعبوں کو لوگوں میں مقبول بنایا۔ جس سے نہ صرف معاشرہ بہتر ہوا اور لوگوں کو رہنمائی ملی بلکہ یہ عظیم ہستیاں لوگوں میں رہنما بن کر مقبول ہوئیں۔

ایسی عظیم ہستیوں کے اعمال، مشاہدات اور تجربات کے ساتھ ساتھ ماضی کے لوگوں کے علمی کارناموں سے سیکھ کر مستقبل کی راہیں متعین کی جاسکتی ہیں۔ مضبوط اور پایدار سماجی ترقی کے لیے ایسی شخصیات کے بارے میں معلومات حاصل کرنا اور نئی نسل کو ان کی خدمات سے روشناس کرانا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

اس باب میں حضرت امام جعفر صادق، حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے بارے میں اسباق شامل کیے گئے ہیں۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ طلبہ ان مشاہیر اسلام کی پاکیزہ سوانح حیات سے واقف ہوں، ان کی دینی روحانی خدمات کو جان کر ان سے رہنمائی حاصل کریں اور عملی طور پر ان کی اتباع کر سکیں۔

اخلاق، اوصاف اور فضائل: حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ عبادات، زہد و تقویٰ اور اخلاق میں بلند مرتبے پر فائز ہیں۔ حضرت مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ہمیشہ حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کو تین حالتوں میں دیکھا: "یا تو وہ روزے میں ہوتے یا نفل اور قیام میں، یا کثرت سے ذکر میں۔" اس سے زیادہ فضیلت، علم، عمل اور تقویٰ میں نہ کسی کو دیکھا، نہ کسی کو سنا اور نہ ایسی صاحب فضیلت ہستی کسی کے ذہن میں ہو سکتی ہے۔ (شرح زرقانی علی موطا امام مالک، کتاب الجماع، باب القرائت فی الصلاۃ جمعۃ، جلد 1، صفحہ 410) حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے نسبت کی وجہ سے سخاوت میں آپ سنت کی اعلیٰ ترین مثال ہیں۔ صدقہ و خیرات کے ذریعے لوگوں کو اس قدر نوازتے تھے کہ اہل و عیال کے لیے بھی باقی نہ بچتا تھا۔ سخاوت میں حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی سنت کی پیروی کرتے تھے۔ اپنی حالتِ غربت کی بھی پروا نہ کی۔

سیدنا حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ حق بات کہنے سے کبھی نہیں کتراتے تھے۔ ایک دفعہ آپ عباسی خلیفہ 'منصور' کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جو اپنے رعب اور سختی کی وجہ سے مشہور تھا۔ اچانک ایک مکھی خلیفہ کی ناک پر آکر بیٹھی، خلیفہ کی بار بار کوشش کے باوجود وہ واپس آکر ناک پر بیٹھ جاتی۔ خلیفہ نے حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ خدا نے اس مکھی کو کیوں پیدا کیا ہے؟ اس پر آپ نے دلیری سے جواب دیا: "ظالموں اور جابروں کے غرور و تکبر کو ختم کرنے کے لیے" آپ کا اشارہ خلیفہ کی طرف تھا۔ یہ جواب سن کر خلیفہ خاموش ہو گیا۔ آپ فرماتے تھے کہ دین کے معاملات میں لڑائی جھگڑے سے بچنا چاہیے کیوں کہ اس سے بغض، عداوت، دشمنی اور نفاق جیسی صفات پیدا ہوتی ہیں۔

خدمات: حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے روایت حدیث، درس و تدریس، سیاست، سفارت کے علاوہ لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے بھی عظیم خدمات انجام دیں ہیں۔ آپ کی زندگی میں مختلف دینی علوم مثلاً: تفسیر، حدیث، فقہ، دینیات، طب، فلسفہ اور علم نجوم کا بہت چرچا تھا، ساتھ ساتھ فکر و نظریے کے میدان میں مختلف اعتبار سے قرآن و سنت کے خلاف سازشیں بھی ہو رہیں تھیں۔ اس وقت حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ تعلیم اور فکر کے لحاظ سے لوگوں کو حق پر لانے کے لیے جدوجہد کرتے رہے۔ علم کے لحاظ سے بڑے بڑے محدثین اور فقہا تھے، مثلاً: اس دور کے بڑے علما جیسے امام ابو حنیفہ، امام مالک، واصل بن عطا اور امام موسیٰ کاظم رحمہم اللہ جیسی ہستیاں آپ سے علم کی سعادت حاصل کرتی رہیں۔ طب اور سائنس کے عظیم اسکالر جابر بن حیان بھی ان کے شاگردوں میں سے تھے جنھوں نے بے شمار ایجادات سے عالم اسلام کا نام روشن کیا۔

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے بے شمار علمی اور دینی خدمات کے ساتھ ساتھ سیاسی فرائض بھی انجام دیے۔ وہ حکمرانوں کو ان کی بدعنوانی، ناانصافی اور غیر اسلامی سرگرمیوں پر تنبیہ کرتے اور عوام کی بہتری کے لیے کوشش کرتے تھے۔ وہ ہمیشہ علمی اور فکری جدوجہد میں مصروف رہتے تھے مثلاً: علم حدیث کو روایت کرنا، اس کی ترویج کرنا اور

مسلمانوں کی عقیدہ و فکر کے حوالے سے شک و شبہات کے اظہار سے مخالفت [illegible]
حسب و نسب بھی لوگوں میں رغبت اور مقبولیت کا سبب بنا۔ ایک قول کے مطابق یہ سبب [illegible]
جس نے امام صاحب کو زہر دلا کر شہید کروا دیا۔ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے اہم [illegible] فقہ جعفریہ کی
مشہور کتاب "شرائع الاسلام" ہے۔ اس وقت ایران میں فقہ جعفریہ سرکاری طور پر رائج ہے۔ فقہ جعفریہ کے [illegible]
عراق، ہندوستان، پاکستان، لبنان اور شام وغیرہ میں موجود ہیں۔

وفات: حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ 149 ہجری میں شہید ہوئے۔ آپ کے بیٹے امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی اور آپ کو جنت البقیع میں اپنے والد حضرت امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کے برابر میں دفن کیا۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اور دینی خدمات کے بارے میں تفصیلی مضمون لکھیے۔

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا آبائی اور ننہالی سلسلہ نسب کیا ہے؟
2. حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق اور اوصاف کیا تھے؟
3. حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے کون کون سی بڑی شخصیات نے فیض حاصل کیا؟
4. حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں وقت کے سب سے بڑا فقیہ تھے:

(الف) امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ (ب) امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ

(ج) امام محمد رحمۃ اللہ علیہ (د) امام زفر رحمۃ اللہ علیہ

2. "حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ یا تو روزے میں یا نفل اور قیام میں یا کثرت سے ذکر میں" یہ قول ہے:

(الف) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا (ب) حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا

(ج) حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا (د) حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا

3. حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی جنازہ نماز پڑھائی:

(الف) جابر بن حیان (ب) امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ

(ج) امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (د) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

2 حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

حاصلات تعلم

- حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت، حسب نسب اور تعلیم و تربیت جان کر بیان کر سکیں۔
- حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق، اوصاف اور فضائل سمجھ کر بیان کر سکیں۔
- حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی، دینی اور فقہی خدمات سمجھ کر بیان کر سکیں۔
- روزمرہ زندگی میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سیرت اور کردار کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کر سکیں۔

ولادت اور حسب و نسب: حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نہایت بلند شان اور مرتبے والی شخصیت ہیں۔ انھیں تابعین ہونے کا شرف نصیب ہوا۔ آپ فقہ اسلامی کے پہلے مدون بھی تھے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کا پورا نام نعمان بن ثابت ہے۔ آپ کے آبا و اجداد فارس کے رہنے والے تھے۔ آپ خود ابو حنیفہ کی کنیت استعمال کرتے تھے۔ آپ 80 ہجری بمطابق 699ء میں کوفہ، عراق میں ایک خوشحال گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان تاجر تھا اور کپڑے کی تجارت میں مشہور تھا۔ کوفہ اس وقت علم کا مرکز تھا اور اس وقت بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حیات تھے۔

تعلیم و تربیت: حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بچپن ہی میں قرآن پاک حفظ کیا، جب کہ تجوید کا علم امام عاصم کوفی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ اس کے بعد آپ تجارتی سرگرمیوں میں مصروف ہو گئے۔ ایک مرتبہ ان کی ملاقات ایک عظیم محدث امام عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ جنھوں نے آپ کی مصروفیت پوچھی اور نصیحت کی۔ "میں آپ میں ذہانت اور وسیع بیدار ذہن دیکھتا ہوں۔ اس لیے میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ علم حاصل کریں اور علمائے کرام کی مجلس میں شامل ہوتے رہیں"۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ نصیحت میرے دل کو لگی، میں نے بازار جانا ترک کر دیا اور اپنا وقت حصول علم میں صرف کرنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت نوازا۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تقریباً 18 سال تک امام حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ سے فیض حاصل کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ کا شمار ان کے بڑے بڑے شاگردوں میں ہونے لگا۔ فقہ حنفی کا زیادہ مدار امام حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ

علیہ کے رائے پر مبنی ہے، جو حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن مسعود، اور حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہم فقہ کے سب سے بڑے عالم مانے جاتے تھے۔ آپ نے سب سے پہلے کوفے میں علم حاصل کیا جو اس وقت ایک بڑا علمی مرکز تھا اور اس کے بعد حرمین شریفین اور آخر میں بصرہ سے بھی علم حاصل کیا۔

اخلاق اور اوصاف: حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ علم، عمل اور اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ آپ بہت ذہین اور قوی حافظے والے، بردبار، فیاض، عبادت گزار اور نظم و ضبط کے ساتھ ساتھ صاحب تقویٰ اور حکمت تھے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ درج ذیل صفات کی وجہ سے منفرد مقام رکھتے ہیں:

- بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کی وجہ سے آپ کو تابعی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔
- آپ کو اجتہاد اور فتاویٰ لکھنے کا موقع عظیم متقین اور محدثین کے دور میں ملا۔
- مشہور علمائے حدیث اور فقہ نے آپ سے روایت کی ہے۔
- آپ کو امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہم جیسے عظیم طلبہ ملے جنھوں نے حدیث اور فقہ کے علم میں بے شمار خدمات انجام دیں۔
- آپ کو تقریباً چار ہزار اساتذہ سے علم حاصل کرنے کا موقع ملا۔

علمی خدمات: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہادی مسائل اور طریقے بارہ سو سال سے عالم اسلام میں پھیلے ہوئے ہیں اور کئی بڑے بڑے اسلامی ممالک میں قوانین اور مسائل آپ کے مسلک کے مطابق رائج ہیں۔

کوفے میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ لوگوں کو قرآن و حدیث کی تعلیم دیتے تھے۔ حضرت علقمہ بن قیس کوفی اور حضرت اسود بن یزید کوفی رضی اللہ عنہما آپ کے خاص شاگرد تھے۔ حضرت علقمہ اور حضرت اسود بن یزید کی وفات کے بعد حضرت ابراہیم نخعی کوفی آپ کے مسند پر بیٹھے اور علم فقہ کو وسعت دی۔ انھیں 'فقیہ العراق' کا لقب ملا۔ حضرت ابراہیم نخعی کے زمانے میں فقہ کا غیر مرتب شدہ مواد جمع کیا گیا تھا، جسے آپ کے خاص شاگرد حضرت حماد کوفی رحمۃ اللہ علیہ نے محفوظ کیا تھا، جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگردوں امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن الشیبانی اور امام زفر کو مرتب شکل میں دیا، جسے انہوں باقاعدہ کتابوں کی شکل میں پیش کیا۔ یہ کتابیں آج بھی موجود ہیں۔ ان کے شاگردوں نے امام صاحب سے لی ہوئی احادیث کو "حدثنا" اور "اخبرنا" کے الفاظ سے تحریر کیا ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی اس علمی میراث کا نام 'کتاب الآثار' ہے۔ یہ پہلی کتاب ہے جس نے بعد کے محدثین کے لیے فقہی درجہ بندی اور ترتیب کے رہنما اصول فراہم کیے ہیں۔ امام صاحب کے مشہور شاگرد امام محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتابیں 'المبسوط'، 'جامع صغیر'، 'جامع کبیر'،

'الزیادات'، 'السیر الصغیر'، 'السیر کبیر' بھی فقہ حنفی کے اہم ماخذ ہیں۔ فقہ حنفی دنیا کے کئی ممالک بشمول ترکی، شام، لبنان، اردن، مصر، عراق، افغانستان، پاکستان اور بنگلہ دیش وغیرہ میں رائج ہے۔

وفات: عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملک کا قاضی القضاۃ بننے کو کہا۔ لیکن آپ نے انکار کر دیا اور خلیفہ نے اصرار کیا تب بھی امام صاحب نے صاف انکار کر دیا اور قسم کھائی کہ وہ اس منصب کو سنبھال نہیں سکتے۔ اس انکار کی وجہ سے انھیں 146ھ کے قریب قید کر دیا گیا۔ لیکن جیل میں بھی آپ کی تعلیم جاری رہی اور حضرت امام محمد الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے محدث وفقیہ جیل میں بھی آپ سے علم حاصل کرتے رہے۔ آپ کی وفات تقریباً 150 ہجری میں ہوئی۔ تقریباً 50,000 لوگوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی اور آپ کو بغداد کے خضران قبرستان میں سپرد خاک کیا۔ تدفین کے بعد بھی 20 دن تک آپ کی قبر کے قریب نماز جنازہ کا سلسلہ جاری رہا۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے

1. حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اور خدمات پر تفصیلی نوٹ لکھیے۔

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے

1. حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کا ذکر کیجیے۔
2. حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی خدمات لکھیے۔
3. حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق اور اوصاف لکھیے۔

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مزید علم حاصل کرنے کا مشورہ دیا:

(الف) امام عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے (ب) امام عاصم کوفی رحمۃ اللہ علیہ نے
(ج) امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے (د) امام حماد بن ابی سلمان رحمۃ اللہ علیہ نے

2. حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے شرف عطا کیا:

(الف) صحابی ہونے کا (ب) تابعی ہونے کا
(ج) تبع تابعی ہونے کا (د) ولی ہونے کا

3. حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب کتاب کا نام ہے:

(الف) المبسوط (ب) الزیادات
(ج) الجامع الکبیر (د) کتاب الآثار

حاصلاتِ تعلم

- حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت، حسب نسب اور تعلیم و تربیت جان کر بیان کر سکیں۔
- حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق، اوصاف اور فضائل سمجھ کر بیان کر سکیں۔
- حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی علمی، دینی اور فقہی خدمات سے روشناس ہو کر بیان کر سکیں۔
- روز مرہ زندگی میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے سیرت اور کردار کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کر سکیں۔

تعارف: حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ، مدینہ منورہ کے امام اور اکابرین اسلام میں سے ہیں۔ آپ حجاز میں حدیث اور فقہ کے امام تھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے علم حاصل کیا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے فقہ پر عمل کرنے والوں کو مالکی کہا جاتا ہے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ 93ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ اور لقب امام دار الھجرہ ہے۔ وہ علماء میں 'امام مالک' اور 'شیخ الاسلام' کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ آپ کا شمار فقہ کے معتبر علما میں ہوتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نو سال تک امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رہے جب کہ وہ خود بھی اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم تھے، جنھوں نے فرمایا کہ "علماء میں مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ ایک چمکتے ہوئے ستارے کی مانند ہیں۔"

تعلیم و تربیت: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے چھ سو اساتذہ سے حدیث و فقہ کا علم حاصل کیا جن میں سے تین سو تابعین ہیں۔ آپ کے پہلے استاد ربیع بن ابی عبد الرحمٰن الرائی ہیں اور پھر انہوں نے ابو بکر بن عبد اللہ بن ہرمز سے تعلیم حاصل کی۔ ان کے اساتذہ میں امام ابن شہاب زہری اور چھ سو دیگر اساتذہ شامل ہیں۔ ان میں نافع مولیٰ بن عمر، ابو الزناد عبد اللہ بن زکوان، عبد الرحمٰن بن قاسم، ایوب سختیانی اور ثور بن زید الدیلی رحمہم اللہ وغیرہ زیادہ مشہور ہیں، آپ کے تمام اساتذہ مدنی ہیں۔

اخلاق و اوصاف: آپ نہایت دیانتدار، اصول پسند اور بامروت انسان تھے۔ آپ کو جو تحفہ یا ہدیہ ملتا تو اسے لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ آپ حق کے معاملے میں کسی سزا یا قید سے نہیں ڈرتے تھے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَاَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ کے نام مبارک کا اس قدر ادب کرتے تھے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَاَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ کا نام لبوں پر آتے ہی امام صاحب کی چہرے کا رنگ ہی بدل جاتا تھا۔

قرآن کریم کے بعد امام مالک نے حدیث کو سب سے زیادہ اہمیت دی۔ آپ صحیح حدیث سے مسائل کا حل نکالتے تھے۔ جس حدیث پر اہل مدینہ عمل کرتے تھے آپ اسے معتبر سمجھتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ارشادات سے رہنمائی لیتے تھے۔

علمی خدمات: حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سترہ سال کی عمر میں مدینہ شریف میں درس و تدریس کا کام سنبھالا۔ بڑی شائستگی اور ادب سے حدیث پڑھاتے تھے۔ آپ نہانے کے بعد صاف ستھرے کپڑے پہن کر، عطر لگا کر حدیث کا درس دیتے تھے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے وقت میں بغداد پر عباسی خلفاء کی حکومت تھی۔ جس وقت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کوفے میں تھے، اس وقت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں تھے۔ مدینہ منورہ میں رہنے کی وجہ سے آپ اپنے دور کے سب سے بڑے عالم حدیث تھے۔ آپ نے حدیث کی ایک کتاب لکھی جو مؤطا امام مالک کے نام سے مشہور ہے۔ آپ عشق رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اور اہل بیت کی محبت سے اس قدر سرشار تھے کہ آپ نے مدینہ شریف میں پوری زندگی ننگے پاؤں گزاری۔ فقہ مالکی کے پیروکار شمالی افریقہ، کویت، مصر، سوڈان، قطر، بحرین اور تیونس وغیرہ میں موجود ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرنے والوں کی تعداد 1300 بتائی جاتی ہے۔ امام محمد، امام شافعی اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہم بھی آپ کے شاگردوں میں شامل تھے۔

وفات: حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 179ھ میں چھیاسی سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں ہوئی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے

1. حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اور دینی خدمات کے بارے میں تفصیلی مضمون لکھیے۔

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے

1. حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں اور اساتذہ کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟
2. حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کا نام کیا ہے اور اس کی کیا اہمیت ہے؟
3. حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کب وفات کی اور انھیں کہاں دفن کیا گیا؟

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں کوفے میں درس دیتے تھے:

(الف) امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (ب) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ
(ج) امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ (د) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

2. حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے ایک بڑے عالم اور امام تھے:

(الف) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ب) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ
(ج) امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ (د) امام محمد رحمۃ اللہ علیہ

3. حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مرتب شدہ کتاب ہے:

(الف) کتاب الآثار (ب) مسند احمد
(ج) الجامع الصغیر (د) مؤطا

حضرت امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ

حاصلات تعلم

- حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت، حسب نسب اور تعلیم و تربیت جان کر بیان کر سکیں۔
- حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق، اوصاف اور فضائل سمجھ کر بیان کر سکیں۔
- حضرت امام شافی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی، دینی اور فقہی خدمات سے روشناس ہو کر بیان کر سکیں۔
- روزمرہ زندگی میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے سیرت اور کردار کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کر سکیں۔

تعارف: حضرت امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے بڑے عالم اور فقیہ تھے۔ وہ عربی زبان کے ماہر اور بڑے ادیب تھے۔ آپ کا نام محمد اور کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ مورخین اور محدثین کے درمیان محمد بن ادریس الشافعی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب ایک صحابی حضرت شافعہ بن صائب رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے جس کی وجہ سے آپ کو شافعی کہا جاتا ہے اور ناصر الحدیث کے لقب سے بھی مشہور ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ نسب اس طرح ہے: محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافعہ۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عبد اللہ تھا۔ آپ کی ولادت ماہ رجب 150 ہجری یعنی تقریباً 768 عیسوی میں فلسطین کے شہر غزہ میں ہوئی۔ آپ کے والد دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے فلسطین آئے جہاں پہلے غزہ اور پھر عسقلان میں رہے۔ لیکن پھر امام صاحب کی والدہ انھیں مکہ لے آئیں۔ جہاں آپ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کی، اور اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ مکہ، مدینہ، بغداد اور مصر میں گزارا۔

تعلیم و تربیت: حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "بچپن میں میری توجہ دو چیزوں پر تھی: علم حاصل کرنا اور تیر اندازی۔ تیر اندازی میں اتنا چست تھا کہ دس تیروں میں سے دس ہی درست نشانے پر لگتے تھے۔ میں یتیم تھا اور میری والدہ کے پاس تعلیم دلوانے کے لیے پیسے نہیں تھے، لیکن پھر یوں انتظام ہو گیا کہ استاد جو کچھ مجھے پڑھاتے تھے، میں اسے حفظ کر لیتا تھا اور پھر استاد کی غیر موجودگی میں طلبہ کو پڑھاتا تھا۔ استاد مجھ سے اتنے خوش ہوئے کہ انھوں نے مجھ سے کوئی فیس نہیں لی۔ سات

سال تک قرآن کریم بامعنی حفظ کیا اور دس سال تک مؤطا امام مالک کو بھی حفظ کیا اور علما کی مجلس سے احادیث و مسائل حفظ کرتا رہا۔"

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو امام سفیان بن عیینہ نے مشورہ دیا کہ آپ بغداد جائیں اور امام محمد بن حسن شیبانی سے فقہ کا علم مکمل کریں۔ امام شافعی کہتے ہیں : "امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بعد میں امام محمد بن حسن شیبانی کو استاد مانتا ہوں۔"

اوصاف: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، بھورے رنگ کے، خوبصورت، باوقار اور لمبے قد کے، نازک اور نفیس طبیعت کے مالک تھے۔ اچھے لباس اور خوراک کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بہت کم عمری ہی میں فقہ، فتویٰ، حدیث، تفسیر، خوابوں کی تعبیر، عربی شاعری، نحو، تیر اندازی اور گھڑ سواری میں چست ہو چکے تھے۔ آپ کے اساتذہ اور ہم عمر اس بات سے واقف تھے، بیس سال کی عمر میں آپ کے استاد مسلم بن خالد الزنجی نے آپ کو فتویٰ جاری کرنے کی اجازت دی۔ مصر، عرب، شام، عراق اور ایران میں صدیوں سے آپ کی قابلیت کا بول بالا رہا۔

علمی خدمات: حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دو کتابیں 'کتاب الام' اور 'الرسالۃ' کو اچھی پذیرائی ملی۔ اس کے علاوہ 'کتاب السنن' اور 'المسند' آپ کی قابل قدر کتابیں ہیں۔ شافعی مسلک کے پیروکار مشرقی مصر، صومالیہ، یمن کے ساحلی علاقوں، مشرقی وسطیٰ میں داغستان، فلسطین، لبنان، انڈونیشیا، ملائیشیا، سری لنکا وغیرہ میں رہتے ہیں۔

اولاد: آپ کے دو بیٹوں میں سے ایک ابوالحسن محمد اور دوسرا عثمان تھا جو امام احمد بن حنبل کا شاگرد ہوا۔

وفات: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال 54 سال کی عمر میں جمعرات 29 رجب 204 ہجری بمطابق 19 جنوری 820ء کو مصر کے شہر فسطاط میں عشاء کے وقت ہوا اور اگلے دن مغرب کی نماز کے بعد جبل مقطم میں دفن کیے گئے۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے۔

1. حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اور خدمات پر ایک تفصیلی مضمون لکھیے۔

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے۔

1. حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن اور تعلیم حاصل کرنے کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں۔
2. حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ مشہور اساتذہ کے نام تحریر کیجیے۔
3. حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات بیان کیجیے۔

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے

1. حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو شافعی نسب سے بلاتے تھے وہ نسبت ہے:

(الف) عثمان بن شافع سے (ب) شافع بن سائب سے

(ج) عباس شافعی سے (د) ادریس بن شافع سے

2. حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے والد کی وفات کے بعد ان کی والدہ انھیں لے کر آئی:

(الف) فسلطین (ب) بصرہ

(ج) مدینہ منورہ (د) مکہ مکرمہ

3. حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کن کے مشہور شاگردوں میں سے تھے:

(الف) حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ (ب) حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

(ج) حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (د) حضرت امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ

حاصلات تعلم

- حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت، حسب نسب اور تعلیم و تربیت جان کر بیان کر سکیں۔
- حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق، اوصاف اور فضائل سمجھ کر بیان کر سکیں۔
- حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی علمی، دینی اور فقہی خدمات سے روشناس ہو کر بیان کر سکیں۔
- روز مرہ زندگی میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے سیرت اور کردار کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کر سکیں۔

تعارف: حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ 164ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ بغداد میں گزارا۔ آپ کا پورا نام احمد بن حنبل بن ہلال ہے۔ شیبانی، ذہلی، بصری، مروزی اور بغدادی آپ کی نسبات ہیں۔ آپ ابن حنبل کے نام سے بھی مشہور ہیں۔ آپ کے آباؤ اجداد عربی تھے۔ آپ بنو شیبان کے خاندان سے تھے۔ آپ کے دادا دور اموی میں سرخس کے گورنر تھے اور آپ کے والد جوانی ہی میں وفات پا گئے تھے۔ اس وقت آپ کی عمر صرف تین سال تھی، آپ کی پرورش آپ کی والدہ نے کی۔ آپ کا خاندان دنیوی اور دینی خدمات کے لیے ممتاز رہا ہے۔

تعلیم و تربیت: امام صاحب چار سال کی عمر تک قرآن پاک حفظ کر چکے تھے اور سات سال کی عمر میں حدیث پڑھنا شروع کی اور پندرہ سال کی عمر میں طلب علم و تکمیل میں مشغول ہو گئے۔ آپ نے چار سال بغداد میں حافظ ہاشم بن بشیر واسطی سے فیض حاصل کیا۔ بچپن میں امام ابو یوسف کی مجالس میں شمولیت کی، آپ کے اساتذہ میں مشہور اور ممتاز شخصیت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ امام شافعی فتویٰ میں اپنے شاگرد احمد بن حنبل سے بھی مشورہ کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی کئی اساتذہ سے فیض حاصل کیا۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بغداد، کوفی، بصرہ، مکہ، مدینہ، یمن اور شام میں بڑے بڑے علماء سے کسبِ فیض فرمایا۔

اخلاق و اوصاف: حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بڑے درجے اور اعلیٰ خوبیوں والے امام ہو کر رہے ہیں۔ آپ نہایت ذہین، باوقار، مہربان اور متقی، حدیث و فقہ کے ماہر، صابر، بہادر، سخی، حلیم اور متقی تھے۔ آپ کی طبیعت اور انداز تدریس

طالب کو عطا کر دیتا تھا۔ ایک دفعہ یمن میں آپ کے پاس سے پیسے ختم ہو گئے تو آپ نے کھانا چھوڑ دیا۔ جب یہ بات ایک طالب علم کو معلوم ہوئی تو وہ امام صاحب کے پاس کچھ رقم لے کر آیا لیکن آپ نے رقم لینے سے انکار کر دیا تو طالب علم نے آپ کو کچھ عرصے کے لیے رقم ادھار لینے کی پیشکش کی لیکن آپ نے قبول نہیں کی۔ آخر میں فیصلہ ہوا کہ میں آپ کے لیے نوٹس (سبق کی کاپیاں) بطور خطاطی میں لکھتا ہوں اور کچھ مزدوری لیتا ہوں۔ اس کے بعد آپ نے اس سے کپڑے خریدے۔ آپ نے محنت مزدوری کی، فصلیں بھی کاٹیں، لیکن آپ نے خلفاء، امیروں کے نذرانے اور تحفے قبول نہیں کیے۔

علمی خدمات: کئی سفروں اور حافظے کے کمال کی وجہ سے دس لاکھ احادیث یاد تھیں، لیکن اس کے باوجود احادیث لکھ لیتے تھے اور روایت کرتے وقت دلائل دیکھ کر روایت کرتے تھے۔ تاہم انھیں احادیث کا ایک بڑا ذخیرہ یاد تھا۔ آپ کی یہ احتیاط سیدنا حضرت محمدٌ رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حدیث کو غلطی سے پاک رکھنے کے لیے تھی تھے۔ آپ نے فقہ اور فتویٰ کا بھی مطالعہ کیا لیکن آپ نے حدیث پر بہت زیادہ توجہ دی اور اپنی زندگی اسی کے لیے وقف کر دی۔ امام صاحب فارسی زبان بھی جانتے تھے، کیوں کہ ان کا خاندان کچھ عرصہ فارس میں مقیم تھا۔ بہت سے حجاج بغداد سے مکہ مکرمہ تک پیدل چلے اور ساتھ ہی علم حاصل کرتے رہے۔ ان سفروں اور مشقتوں نے آپ کے ذوق علم کو متاثر نہیں کیا۔ یہاں تک کہ مزدوری بھی کی۔

'المسند' (مسند احمد) آپ کی مشہور کتاب ہے۔ جس میں نو سو چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مسانید شامل ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کی تصانیف میں کتاب الزہد، کتاب التاریخ اور کتاب التفسیر شامل ہیں۔

وفات: امام صاحب 77 سال کی عمر میں بیمار ہو گئے۔ عیادت کے لیے سیکڑوں لوگ آتے تھے۔ آپ کی وفات 12 ربیع الاول 241 ہجری کو ہوئی۔

مشق

(الف) درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیے:

1. حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اور دینی خدمات پر ایک تفصیلی مضمون لکھیے۔

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1. حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے دین کی کیا خدمت کی؟
2. حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حصول علم کے لیے کون کون سے علاقوں کی طرف سفر کیا؟
3. حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق اور اوصاف لکھیے۔

(ج) درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیے:

1. حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو احادیث یاد تھیں:

(الف) دس ہزار (ب) پچاس ہزار

(ج) ایک لاکھ (د) دس لاکھ

2. حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے:

(الف) کتاب الام (ب) الموطا

(ج) المسند (د) کتاب الآثار